سہ ماہی

پیشوا انٹرنیشنل لندن

مذہبی، سیاسی، معاشرتی، ادبی، طبی اور سائنسی سرگرمیوں کا ترجمان

اردو زبان میں لندن سے گزشتہ نو برس سے مسلسل شائع ہونے والا منفرد، بین الاقوامی سہ ماہی رسالہ

جلد 10۔ شمارہ 2۔ اپریل تا جون 2022ء۔ زیرادارت: رانا محمد حسن خاں

لندن میں بننے والی پہلی مسجد

TAKE AWAY - DELIVERY
OPEN 7 DAYS A WEEK
TILL LATE

ZheGerman

DONER & SHAKE

DONER KEBAB
£5.99

WITH FRIES & DRINK
£7.99

Seriously German Kebabs...

Follow us ZheGermanUK

Free Delivery Call us

TEL: 020 3638 4216

Delivery Prices are Different

Website Order 10% OFF

www.zhegerman.com

BRANCH 1 : 21 Morden court Parade, Morden SM4 5HJ
BRANCH 2 : Broadway Market, Tooting High Street London Sw17 0RJ

حلال 100% HALAL

FOR DELIVERY, ORDER VIA OUR DELIVERY PARTNERS
UBER eats · JUST EAT · deliveroo

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

چیف ایڈیٹر رانا محمد حسن خاں

نائب ایڈیٹر محمد ثاقب رشید مارکیٹنگ مینیجر رانا عبدالصمد خاں

خصوصی تعاون آر۔ایچ ایکسیڈنٹ کلیم سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس شمارہ میں

آیت قرآن الحکیم۔حدیث النبیؐ۔مشعل راہ	2	زندگی کا مداوا ''ماردو اور مرجاؤ''	34
اداریہ ''سپر پاور، سیاستدان، اشرافیہ اور عوام''	3	ہومیو پیتھک نسخہ جات (برائے دماغی امراض)	35
میدان عرفات میں آنحضرتﷺ کا آخری خطبہ	5	شمائل نبویﷺ۔(آنحضرتﷺ کی ہمدردی خلق) قسط 17	37
''امپورٹیڈ حکومت کا بجٹ 2022.2023ء''	9	آوارگانِ دشتِ خار (قسط 28)۔بھینسے کا سینگ اور فرشتے کی	40
ورکشاپ کا بیٹا!!	11	لات، ایسے اللہ والوں سے اللہ بچائے!!	
ادب اور آرٹ میں ایک منفرد کارنامہ	15	مٹّی سے عشق!! (افسانہ)	43
WWIII کمپین... عافیت کا حصار!	18	منافقت	45
''نینوٹیکنالوجی کی حیرت ناک دنیا''	25	شعر و شاعری۔عبید اللہ علیم، بشارت سکھی صاحبہ، نیلم رباب	46
کسی کو نہ بتانا!!	26	صاحبہ، دلؔ شاہجہاں پوری، بشریٰ حفیظ صاحبہ، مرزا اسدؔاللہ خاں	
کیلنڈر میں دس اپریل کی تاریخ کی آپ بیتی!!	29	غالب، رانا محمد حسؔن خاں، شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ، طاہرہ	
پاکستان کی 18 مایہ ناز خواتین!!	31	زرتشتؔ ناز صاحبہ	

PESHWA MAGAZINE INTERNATIONAL

E-mail. peshwaltd@gmail.com

2.London road Morden Surrey SM4 5BQ. UK

قیمت فی شمارہ 1 پاؤنڈ ... سالانہ ممبرشپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈ یورپ 18 یورو آسٹریلیا و امریکہ 25 پاؤنڈز

www.peshwa.co.uk

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القرآن الحکیم: ھُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لِیَزۡدَادُوۡٓا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِھِمۡ وَلِلّٰہِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا. (سورۃ الفتح) وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت اتاری تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں مزید بڑھیں۔اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

حدیث النبی ﷺ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ’’جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حالت میں ملے گا کہ نہ اس کے پاس کوئی دلیل ہوگی نہ کوئی عذر ہوگا اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے امامِ وقت کی بیعت نہیں کی تھی تو وہ جاہلیت اور گمراہی کی موت مرا۔‘‘ (مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 835 حدیث 17250 مسند شداد بن اوس مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

مشعل راہ: ’’بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔اس لیے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔بغیر اس کے یقین کامل ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔وہ اس وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔گناہ سے بچنے کے لیے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔‘‘ دعا بھی ضروری ہے،تدبیر بھی ضروری ہے۔’’اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو۔‘‘ خود ہم جائزے لے سکتے ہیں ہر کوئی،کون کون سی ایسی مجلسیں ہیں،کون کون سی ایسی محفلیں ہیں،کون سے ایسے پروگرام ہیں ٹی وی کے اور دوسری چیزوں کے جن سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو چھوڑنا پڑے گا،ترک کرو‘‘اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو۔‘‘ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ چھوڑنے کی توفیق ملتی ہے اس لیے اس کی دعا بھی کرو۔’’اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں جب تک خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی۔نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اسے محفوظ نہ رکھے گا۔تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہ ہوگی۔نماز کے معنی ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔نماز وہ شئے ہے جسے دل بھی محسوس کرے کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانہ الوہیت پر گر پڑے۔جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے اور تضرّع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں وہ دور ہوں۔اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہوگئی ہے۔‘‘ جو برائیوں کی طرف ابھارنے والا نفس ہے وہ آہستہ آہستہ کم ہوتا جارہا ہے۔’’جیسے اژدھا میں ایک سمّ قاتل ہے اسی طرح نفس امارہ میں بھی سمّ قاتل ہوتا ہے اور جس نے اسے پیدا کیا اسی کے پاس اس کا علاج ہے۔‘‘ (ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 123 مرسلہ: انا ثمرین صاحبہ۔لندن)

اداریہ

’’سپر پاور، سیاستدان، اشرافیہ اور عوام‘‘

وطن عزیز کی معاشی حالت نہایت بری ہو چکی ہے۔بعض معاشی ماہرین کے مطابق پاکستان دیوالیہ ہو سکتا ہے اور کچھ ماہرین یہ بھی کہتے پائے جاتے ہیں کہ وطن عزیز دیوالیہ نامی بھنور میں داخل ہو چکا ہے اگر آئی ایم ایف اور دیگر عالمی مالیاتی اداروں نے اس بھنور سے نکالنے کے لیے کردار ادا نہ کیا تو خدانخواستہ پاکستان کی معیشت ہی نہیں عوام کا مستقبل بھی ڈوب سکتا ہے۔اصل بات یہ ہے کہ گزشتہ حکومت نے غیر دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے، مغرب کو مسلمانوں کا بالعموم اور پاکستانیوں کا بالخصوص دشمن قرار دے دیا۔ایسا صرف عمران خان ہی نہیں کہتے بلکہ عام عوام بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔عوام کے ایسا سمجھنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا مگر عمران خان کے مغرب بالخصوص امریکا کو دشمن قرار دینے سے بہت فرق پڑا ہے۔عمران حکومت کے ابتدائی ایام میں ہی امریکا نے خاموشی سے ایک ارب تیس کروڑ ڈالر سالانہ کی امداد بند کر دی۔جی ہاں اس طرح کے ایک بلین ڈالر سعودیہ سے لینے پر ذلت کا منہ دیکھنا پڑا تھا، ایک برس بعد سعودیہ نے پاکستان کا گلا دبوچ کر یہ رقم واپس لے لی تھی۔عمران خان نے چین سے ادھار لے کر یہ رقم واپس کی۔ پھر عمران حکومت نے سعودیہ سے تین برس کے لیے ادھار تیل لیا اور پھر تین برس کے بعد مزید تین برس کے لیے ادھار تیل لینے کا معاہدہ کر لیا۔موجودہ حکومت بھی کشکول ہاتھ میں لیے در در کی خاک چھان رہی ہے۔

بڑا عجیب لگتا ہے جب سیاستدان قومی غیرت اور آزادی کی بات کرتے ہیں۔۲۰۰۸ء میں بننے والی پی پی کی حکومت پانچ برس تک روزانہ پانچ ارب روپے قرض لیتی رہی۔ن لیگ کی حکومت پانچ برس تک روزانہ آٹھ ارب روپے قرض لیتی رہی۔اور پی ٹی آئی کی حکومت نے انتالیس مہینوں میں روزانہ ۱۷ ارب روپے قرض لیا۔اس وقت قرضوں کا مجموعی حجم ایک سو ستائیس بلین ڈالر ہو چکا ہے اگر آئی ایم ایف پروگرام جاری رہتا ہے تو مجموعی حجم ایک سو پینتیس بلین ڈالر ہو جائے گا۔اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پٹرولیم مصنوعات میں ہوشربا اضافہ پاکستانی قوم کو نچوڑ کر رکھ دے گا۔۱۵ جون کو پاکستان میں ڈیزل ۲۶۴ روپے فی لٹر اور پٹرول ۲۳۴ روپے فی لٹر دستیاب تھا۔ذرا تصور کیجیے کہ اگر پانچ سو روپے لٹر تیل ملنے لگے تو کیا ہوگا۔اگر آئی ایم ایف کا مطالبہ مان کر ۵۰ روپے لیوی چارجز لگا دیے گئے تو چند دنوں میں ڈیزل ۲۶۴ روپے فی لٹر کی بجائے کم از کم تین سو چودہ روپے کا ہو جائے گا۔

امریکا سپر پاور ہے، ہر قسم کی سازش اور مداخلت کرنے کی طاقت رکھتا ہے، صرف طاقت رکھتا ہی نہیں بلکہ اسے استعمال بھی کرتا ہے۔یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے اس کے مظاہر چھاؤنیوں، شہروں، گاؤں، گھروں، محلوں میں بسنے والوں میں ہی نہیں بلکہ جانوروں کے علاوہ اجرام فلکی میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔اور تو اور تحریک انصاف میں سب سے طاقتور انسان عمران خان ہیں، مجال نہیں ہے کسی کی کہ وہ ان کی بات نہ مانے۔پنجاب اسمبلی کے ۲۵ ارکان نے جب بقول ان کے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپوزیشن کے امیدوار کو ووٹ دے دیا تو سپر پاور عمران خان نے انہیں لوٹے، بکاؤ مال، ضمیر فروش اور نجانے کیا کچھ کہتے ہوئے انہیں پارٹی سے نکال دیا۔قومی اسمبلی میں بھی بیس ارکان نے بھی جب بقول ان کے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپوزیشن کا ساتھ دیا تو وہ لوٹے، بکاؤ مال، ضمیر فروش ہو گئے۔عمران خان شاید بھول گئے کہ پی ٹی آئی میں اسی فیصد وہ لوٹے، بے ضمیر اور بکاؤ مال ہیں جو پی پی پی، ن لیگ وغیرہ کو چھوڑ کر ان کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔حقیقت یہی ہے جس جماعت کے ساتھ لوٹے وافر مقدار میں ہوتے ہیں وہی حکمران بن جاتی ہے۔دیکھ لیجیے جونہی لوٹوں نے کروٹ بدلی عمران خان فارغ ہو گئے۔کل تک نواز شریف کہتے تھے مجھے کیوں نکالا؟ اب عمران خان کہتے ہیں کہ مجھے سازش یا مداخلت کر کے کیوں نکالا؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے ان دونوں کے لیے اور وہ یہ ہے کہ پاکستان کی سدابہار سپر پاور کی دم پر جو بھی پاؤں رکھتا ہے اسے عبرت کا نشان بنا دیا جاتا ہے اور جو بے چون و چرا اس کے

گلے میں ڈالروں کے ہار پہنا تا ہے مسند پر بٹھا دیا جاتا ہے، اس سپر پاور کی حیثیت شاہین کے مشابہ ہے اور سیاستدانوں کی اوقات ممولے کے جیسی ہے۔ اور ان نام نہاد شاہینوں اور ممولوں کی نگاہ میں زندہ باد، مردہ باد کے نعرے لگانے والی عوام کی اوقات اس خاتون سے زیادہ نہیں جسے جاہل مرد پاؤں کی جوتی سمجھتا ہے۔ پاکستان کے تمام ادارے ان شاہینوں کے ڈر سے کبھی کپڑوں سے اور اپنی اوقات سے باہر نہیں نکلتے۔ اور اشرافیہ کی شاہینوں سے معاشی، کاروباری، خونی، جذباتی وغیرہ وغیرہ رشتہ داریاں ہیں۔ اشرافیہ جب بھی رشتوں سے بالا ہو کر قومی مفاد کو ترجیح دینے لگتی ہے تو ان نام نہاد شاہینوں کے پر ٹوٹنے لگتے ہیں، چونچیں جھڑنے لگتی ہیں اور ان کے پنجے مڑنے لگتے ہیں اور یہ سلسلہ ان کی موت پر منتج ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے ابھی تک پاکستانی اشرافیہ کے پاؤں میں لالچ کی بیڑیاں ہیں، ہاتھوں میں ہیرے جواہرات کی ہتھکڑیاں ہے، ان کے دل و دماغ محلوں میں قید ہیں۔ اللہ کرے کہ وطن عزیز جلد نا اہلوں اور پلیدوں سے آزاد ہو کر پاک ستان بن جائے۔

”وہ کبریا ہے سزاوار ہے خدائی اسے“ (امۃ الباری ناصر صاحبہ)

وہ ذوالجلال ہے حاصل ہے سب بڑائی اسے
وہ کبریا ہے سزا وار ہے خدائی اسے

عجیب کیفِ دعا ہے کہ کچھ نہ مانگ سکوں
میں چپ رہوں بھی تو دیتا ہے سب سنائی اُسے

وہ میرے حالِ پریشاں سے خوب واقف ہے
ہزار پردوں میں دیتا ہے سب دکھائی اُسے

فقط اُسی سے توقع ہے مہربانی کی
جلن کلیجے کی سجدے میں سب بتائی اسے

نشیبِ عجز میں گرنا ہے رفعتوں کا حصول
کبھی بھی سرکشی بندے کی خوش نہ آئی اسے

جو اُس کی یاد میں مچلیں ہیں گوہر نایاب
حسین لگتی ہے اشکوں کی پارسائی اُسے

کیا ہے اس نے شرابور اپنے فضلوں سے
میں آنسوؤں کے سوا کچھ بھی دے نہ پائی اُسے

توجہ فرمائیں

پیشوا ادارہ کا کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں ہے۔ پیشوا ادارہ تمام سیاسی و مذہبی شخصیات کا تہہ دل سے احترام کرتا ہے مگر ان کے غلط نظریات اور افکار کو بیان کرنے کی قارئین کو اس غرض سے اجازت دیتا ہے تاکہ متذکرہ شخصیات اپنی اصلاح کر سکیں۔ اگر کوئی شخص سمجھے کہ اسے غلط طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو وہ بھی حق رکھتا ہے کہ وہ بھی ناقدین کی اصلاح کے لئے اپنا موقف پیش کرے اور ادارہ ایسے مضامین کو شائع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ادارہ پیشوا بلا تفریق مذہب و ملّت خدمت کا دعوے دار ہے۔ سبھی رسالہ میں اپنے افکار اور خیالات کا اظہار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ادارہ پیشوا اُن تمام قلمکاروں کو دعوت دیتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ وہ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ادارہ اپنے قارئین کی آراء اور مشوروں کا منتظر ہے۔ معزز قارئین کی تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا اور قارئین کی آراء پر نا صرف غور کیا جائے گا بلکہ قابل عمل تجاویز پر عمل بھی کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

(چیف ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل۔ لندن)

(میدان عرفات میں آنحضرت ﷺ کا آخری خطبہ)

(تحریر: رانا محمد حسن۔)

عصر حاضر میں جھوٹ اور منافقت کا دور دورہ ہے۔ملاوٹ بے خوفی سے کی جاتی ہے، زنا جیسی بے حیائی عام ہو چکی ہے، کمسن بچوں اور جانوروں تک کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔کوئی ایسی برائی نہیں ہے جس نے مسلم معاشروں کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لیا ہو۔منافقت کی حد ہے کہ اپنے عقائد کو سچ ثابت کرنے کے لیے حقیقت پر تاویلوں کی چادر ڈال کر اسے چھپا دیا جاتا ہے۔میدان عرفات میں آنحضرت ﷺ نے جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس میں مسلمانوں کے لیے ہدایت ہی ہدایت ہے اسے بیان تو کیا جاتا ہے مگر اس پر عمل کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرے پستیوں میں گرتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اس خطبہ کو بار بار شائع کیا جائے اور حبیب آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مقدس ارشادات پر عمل کرنے کی دعا کے ساتھ ساتھ بھرپور کوشش کی جائے۔

خطبہ حجۃ الوداع کے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

"اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو۔کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اگلے سال میں اس جگہ تمہارے درمیان ہوں گا۔اے لوگو! سن لو کہ تم سب کا خدا ایک خدا ہے اور تم سب کا باپ ایک ہے۔کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ ہی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے، تم سب آدم کی اولاد ہو۔اے لوگو! جو کچھ میں تمہیں کہتا ہوں سنو اور اچھی طرح اُس کو یاد رکھو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔تم سب ایک ہی درجہ کے ہو۔تم تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے ہو انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو۔یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا دیں اور کہا جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں برابر ہیں اسی طرح تم بنی نوع انسان آپس میں برابر ہو۔تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت اور درجہ ظاہر کرنے کا کوئی حق نہیں۔تم آپس میں بھائیوں کی طرح ہو۔اے لوگو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے غلاموں کا اپنی لونڈیوں کا (اپنے ماتحتوں کا) پورا پورا خیال رکھنا اُن کو وہی کچھ کھلانا جو تم خود کھاتے ہو اور ان کو وہی کچھ پہنانا جو تم خود پہنتے ہو۔اگر اُن سے کوئی ایسا قصور ہو جائے جو تم معاف نہیں کر سکتے تو اُن کو کسی اور کے پاس فروخت کر دو۔کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور اُن کو تکلیف دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔خبردار! مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔باپ اپنے بیٹے کے جرم کا ذمہ دار نہیں اور نہ بیٹا باپ کے جرم کا ذمہ دار ہے۔اے لوگو! شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین پر اس کی پرستش ہوگی۔مگر اس کے علاوہ جو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن میں وہ تمہیں بہکانے کا لالچ رکھتا ہے وہ ان کاموں پر خوش ہے جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔سو اس سے بچ کر رہو۔(جامع ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی تحریم الدماؤ الاموال) تمہارے خون اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں، جیسے آج کے دن کی، اس مہینے کی، اور اس شہر کی حرمت ہے۔حتّٰی کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں جو پہلے ہی اس کے پاس پہنچ چکے ہیں، ضرور پوچھے گا۔پس تم میں سے اگر کسی کے پاس کوئی امانت ہو تو وہ امانت والے کو واپس لوٹا دے۔اب جاہلیت کے خون بھی کالعدم ہیں۔سب سے پہلے میں ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا خون معاف کرتا ہوں۔جو بنولیث پر قابل ادا تھا۔پس ہذیل نے اسے قتل کیا تھا اور یہ جاہلیت کا وہ خون ہے جس سے میں خون کی معافی شروع کرتا ہوں۔یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ہر قسم کا سود ناجائز ہے۔اسی طرح زمانہ جاہلیت کا سب سود چھوڑ دیا گیا ہے اور پہلا سود، جو ہم اپنے ہاں کے سود میں سے چھوڑتے ہیں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ وہ سب معاف کر دیا گیا ہے۔تمہیں رأس المال ملے گا۔نہ تم ظلم کرو گے نہ تم پر ظلم کیا جائیگا۔(سنن ابن ماجہ کتاب المناسک باب الخطبۃ یوم النحر) اے لوگو تمہارے کچھ حق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حق تم پر ہیں۔اُن پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ عفت کی زندگی بسر کریں اور ایسی کمینگی کا طریق اختیار نہ کریں جس سے خاوندوں کی قوم میں بے عزتی ہو۔اگر وہ ایسا کریں تو تم اُنہیں سزا دے سکتے ہو، مگر اس میں بھی سختی نہ کرنا۔لیکن اگر وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرتیں جو خاندان اور خاوند کی عزت کو روندنے والی ہو تو تمہارا کام ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق اُن کی خوراک اور لباس وغیرہ کا انتظام کرو۔اور یاد رکھو کہ ہمیشہ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ خدا تعالیٰ نے

اُن کی نگہداشت تمہارے سپرد کی ہے۔عورت کمزور وجود ہوتی ہے اور وہ اپنے حقوق کی خود حفاظت نہیں کر سکتی تم نے جب اُن کے ساتھ شادی کی تو خدا تعالیٰ کو اُن کے حقوق کا ضامن بنایا تھا اور خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت تم اُن کو اپنے گھروں میں لائے تھے۔پس خدا تعالیٰ کی ضمانت کی تحقیر نہ کرنا۔اور عورتوں کے حقوق کے ادا کرنے کا ہمیشہ خیال رکھنا۔(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 227) اے لوگو! اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے۔اپنی پانچوں نمازیں پڑھو اور اپنے ایک مہینے کے روزے رکھو۔اپنے مال کی زکوٰۃ دو اور اطاعت کرو، جب بھی تمہیں حکم ہو (اگر تم ایسا کرو گے) تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔(جامع ترمذی کتاب الزکوٰۃ باب ما ذکر فی فضل الزکوۃ) اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اگر چہ تم پر حبشی غلام حاکم بنایا جائے جس کی ناک کٹی ہو یا کان کٹے ہوں، اور وہ تمہیں خدا تعالیٰ کی کتاب کے مطابق چلائے تو اس کی سنو اور اس کی اطاعت کرو۔(جامع ترمذی ابواب الجہاد باب ما جاء فی الامام) جو بچہ جس کے گھر میں پیدا ہو وہ اُس کا سمجھا جائیگا۔اور اگر کوئی بدکاری کی بنا پر اُس بچے کا دعویٰ کرے گا تو وہ خود شرعی سزا کا مستحق ہوگا۔جو شخص اپنے باپ دادوں کے علاوہ کسی اور سے اپنا نسب ملائے اور اس دوسری قوم و نسل سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے حقیقی آقا کے سوا کسی اور خاندان، قوم یا شخص کی طرف غلامی کی نسبت کرے، اس پر اللہ کی، سب فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے (سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب لا وصیۃ لوارث) اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر شخص کے لیے وراثت میں اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔کوئی وصیت ایسی جائز نہیں جو دوسرے وارث کے حق کو نقصان پہنچائے (سنن ابو داؤد کتاب الوصایا باب لا وصیۃ لوارث) اے لوگو! جب تک انعامات شاہی انعام کی حیثیت میں رہیں، لے لیا کرو۔لیکن جب قریش ملک پر لڑنے لگیں اور انعامات یہ صورت اختیار کرنے لگیں کہ دین کے عوض ملنے لگیں تو دست برداری اختیار کر لینا۔(سنن ابو داؤد کتاب الخراج باب فی کراھیۃ الافتراض فی آخر الزمان) اے لوگو! دینی معاملات میں مبالغہ کرنے اور آگے بڑھنے سے بچتے رہو۔تم سے پہلی قوموں کو اسی زیادتی نے غارت کر دیا۔(سنن ابن ماجہ کتاب المناسک باب قدر حصی الرمی) سنو! میں اپنی شفاعت سے بہت سے لوگوں کو جہنم سے چھڑانے والا ہوں اور ایسے لوگ بھی ہیں، جو مجھ سے الگ کر دیے جائیں گے میں کہوں گا کہ اے اللہ! یہ تو میرے ساتھی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے نہیں معلوم انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کی تھیں۔(سنن ابن ماجہ کتاب المناسک باب الخطبۃ یوم النحر)

کیا کیا بدعتیں ایجاد کی تھیں۔(سنن ابن ماجہ کتاب المناسک باب الخطبۃ یوم النحر)

سنو! کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ خاوند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دے۔قرض ادا کیا جائے، عاریتاً لی ہوئی چیز واپس کی جائے۔اور ضامن تاوان کا ذمہ دار ہوگا۔(سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 1024) یقیناً زمانہ ایک بار پھر چکر لگا کر اُسی جگہ آ گیا ہے جس پر اسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت شروع فرمایا تھا (یعنی ایک بار پھر روئے زمین پر کلیۃً خدا تعالیٰ کی حکومت قائم ہو گئی ہے) یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ ہے۔ان میں سے چار حرمت والے ہیں تین تو آپس میں ملے ہوئے ہیں ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور چوتھا مہینہ رجب ہے۔جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے۔صحابہؓ کو گمان ہوا کہ شاید آپ ﷺ اس کا کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہیں۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ ذُوالحِجَّہ نہیں صحابہؓ نے عرض کیا۔ہاں یا رسول اللہ ﷺ! پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے صحابہؓ کو خیال ہوا کہ شاید آپ ﷺ اس کا کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہیں۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ شہر مکہ مکرمہ نہیں۔صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! پھر آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون سا دن ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔پھر آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے۔صحابہؓ نے خیال کیا۔شاید آپ ﷺ اس کا کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہیں۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ہاں یا رسول اللہ! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔آج کے دن تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری آبروئیں تم پر حرام اور قابل احترام ہیں۔بالکل اسی طرح جس طرح تمہارا یہ دن تمہارے اس شہر میں تمہارے اس مہینہ میں واجب الاحترام ہے۔اے لوگو! عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے پوچھے گا کہ تم نے کیسے عمل کئے؟ دیکھو میرے بعد دوبارہ کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگ جاؤ اور آگاہ رہو تم میں سے جو یہاں موجود ہے ان لوگوں کو پیغام پہنچا دے جو کہ موجود نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس کو پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ سمجھدار ہو۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا؟

آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا۔ اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا۔ (جامع صحیح بخاری، کتاب المغازی) اے لوگو میں بھی تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں اور قریب ہے کہ میرے رب کا ایلچی آئے گا اور میں اس کے بلاوے کا جواب دوں گا۔ اے لوگو مجھے لطیف وخبیر خدا نے یہ بتایا ہے کہ ہر نبی کو اس سے پہلے نبی سے نصف عمر ضرور دی جاتی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اب مجھے بلاوا آئے گا تو میں اس کا جواب دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کی جنت حق ہے۔ اس کی جہنم حق ہے۔ موت حق ہے۔ اور دوبارہ جی اٹھنا حق ہے۔ اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، اور یہ کہ جو قبروں میں ہیں انہیں زندہ کیا جائے گا۔ صحابہؓ نے جواب دیا کہ وہ اس کی گواہی دیتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو گواہ رہنا (سیرت خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 688) پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور میری ذرّیت ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ یہ مجھے حوضِ کوثر پر ملیں گی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تمہارا کیا جواب ہوگا؟ صحابہؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے پوری طرح پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا اور بڑے احسن طور پر ادا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ۔ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ۔ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ۔

اے میرے اللہ! تو بھی گواہ رہ۔ اے میرے اللہ! تو بھی گواہ رہ۔ اے میرے اللہ! تو بھی گواہ رہ۔

(مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی ﷺ)

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قربان گاہ تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے تریسٹھ جانور ذبح کیے۔ یہ جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ یہ تریسٹھ قربانیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر سال پر ایک ایک قربانی کے طور پر معلوم ہوتی ہے۔ اس پہلو سے اس میں یہ پیشگوئی بھی نظر آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ آخری سال ہے۔ دس ذوالحجہ قربانیوں کی وجہ سے یوم النحر اور یوم الاضحیٰ بھی کہلاتا ہے۔

قربانیوں کی ادائیگی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معمر بن عبداللہؓ سے حلق کروایا۔ انہوں نے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی دائیں جانب کے بال مونڈے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کھڑے لوگوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیے۔ پھر حضرت معمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی بائیں جانب کے بال مونڈے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہؓ کو بلا کر وہ بال انہیں عنایت فرمائے۔ سر کے بال منڈوانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کھول دیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی القصواء پر سوار ہو کر بیت اللہ کے طواف کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ طواف جو قربانی کے حلال ہونے پر کیا جاتا ہے، طواف افاضہ کہلاتا ہے۔ طواف کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زم زم کے پاس جا کر پانی پیا اور منیٰ واپس لوٹ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر منیٰ پہنچ کر ادا فرمائی۔ یہ رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں گزاری اور وہیں قیام فرمایا۔ منی میں تین دن رات ایام التشریق کہلاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف افاضہ دس ذوالحجہ ہفتہ کے روز کیا اس کے بعد اتوار، سوموار، منگل یعنی 13.12.11 ذوالحجہ کے تین دن جو ایام تشریق تھے منیٰ میں گزارے۔ ان دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی زیارت کے لیے آتے رہے۔ یوم النحر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کے وقت رمی کی تھی۔ جبکہ ایام تشریق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیز وال آفتاب کے بعد تینوں جمرات پر رمی کی۔ سب سے پہلے آپ نے جمرۂ صغریٰ پر رمی کی اس جمرہ کو سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری مارنے کے بعد تکبیر کہی۔ رمی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ سے آگے کھڑے ہوتے اور قبلہ رُو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا کرتے تھے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمرۂ وسطیٰ کی رمی کرتے۔ پھر قبلہ رُو ہو کر کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا کرتے۔ پہلے دونوں جمرات کے بعد جمرۂ کبریٰ کی رمی کرتے لیکن اس کے بعد اس کے پاس نہ کھڑے ہوتے نہ دعا کرتے۔ 13 ذوالحجہ بروز منگل آپ صلی اللہ علیہ وسلم منی سے بطحاء میں قیام کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 13 ذوالحجہ کی نماز ظہر وعصر اور مغرب وعشاء یہیں بطحاء میں ادا کیں۔ نماز عشاء کے بعد آپ کچھ دیر کے لیے سو گئے۔ پھر رات کے کسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لائے اور طوافِ وداع کیا۔ 14 ذوالحجہ بروز بدھ بمطابق 10 مارچ 632ء کو فجر کی نماز بیت اللہ میں ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ

مہاجرین اور انصار کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں تین راتیں قیام فرمانے کے بعد 17 ذوالحجہ بروز ہفتہ بمطابق 13 مارچ 632ء کو مدینہ میں ورود فرمایا۔جب مدینہ کی آبادی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار تکبیر کہی اور یہ دعا پڑھی: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے۔اس کا کوئی ہمسر نہیں۔بادشاہت اور حمد اسی کی ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ہم واپس لوٹ رہے ہیں فرمانبرداری کے ساتھ جھکتے ہوئے۔توبہ کرتے ہوئے سجدے کرتے ہوئے۔اور اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور اُس اکیلے (واحد ولاشریک) نے ہی تمام لشکروں کو ہزیمت دی۔

ادائیگی حج کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کمزور تھی اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے سارے مناسک سواری پر ہی سرانجام دیے۔

معزز قارئین! حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے مجھے یہ دعا سکھائی ۔اے اللہ! میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کر دے اور میرا ظاہر نیک بنا دے۔اے اللہ! میں تجھ سے　اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام اور رسول اللہﷺ کے مقدس ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

نوٹ: اس مضمون کا زیادہ تر مواد جناب م۔ا۔شہزاد کے مضمون ''آنحضرتﷺ کا سفرِ حج اور خطبۃ الوداع'' سے لیا گیا ہے۔

''طولِ شبِ فراق ذرا ناپ دیجیے''

روایت مشہور ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاالدین احمد اور بانی خاکسار تحریک علامہ عنایت اللہ المشرقی ایک مجلس میں اکٹھے بیٹھے تھے۔علامہ صاحب کا علم ریاضی میں بڑا نام تھا، دوسری طرف ڈاکٹر ضیاالدین احمد کو بھی اسی علم کا بڑا ماہر خیال کیا جاتا تھا۔سو علامہ صاحب نے انہیں چھیڑتے ہوئے فرمایا: ارے پروفیسر صاحب! کئی روز سے ایک عجب مسئلے نے ہمیں الجھا رکھا ہے۔چونکہ مسئلہ ریاضی کا ہے جس کے آپ بھی بڑے ماہر ہیں، اس لئے ذرا راہنمائی تو فرمائیے۔اتنا کہہ کر علامہ صاحب نے یہ شعر پڑھا

شہرہ بہت سنا ہے ریاضی میں آپ کا
طولِ شبِ فراق ذرا ناپ دیجیے

ڈاکٹر ضیاالدین احمد نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا

طولِ شبِ فراق جو ماپا گیا حضور
نکلا وہ زلفِ یار سے دو چار ہاتھ کم

حسنِ اتفاق سے رئیس المتغزلین حضرت جگر مرادآبادی بھی اسی مجلس میں تشریف فرما تھے۔انہوں نے دونوں بزرگوں کی اس ادبی بحث کو سنتے ہی اپنے مخصوص انداز میں فرمایا

طولِ شبِ فراق سے گھبرا نہ اے جگر
ایسی بھی کوئی شب ہے جس کی سحر نہ ہو

مشرقی اُفق ''امپورٹیڈ حکومت کا بجٹ 2022.2023ء''

میر افسر امان۔ اسلام آباد

مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کی موجودہ امپورٹڈ، شہباز شریف کی 11 رکنی اتحادی حکومت نے اپنا پہلا 95 کھرب 2/ارب کا عوام دشمن بجٹ پیش کر دیا۔ بجٹ میں 40 کھرب سود اور قرضوں کی ادئیگی کے لیے رکھے گئے۔ یعنی آمدنی کا آدھے سے کچھ کم حصہ سودی نظام کے تحت آئی ایم ایف جیسے اداروں کو ادا کرنا پڑے گا۔ اس میں دفاعی اخراجات کے لیے 523ارب روپے رکھے گئے۔ یہ اللہ کا شکر کریں کے مسلح افواج نے اپنے طور پر کئی ادارے قائم کیے ہوئے ہیں جو فوجیوں کی ویلفیئر کے لیے مدد فراہم کرتے ہیں۔ ترقیاتی منصوبوں کے لیے 800/ارب، تعلیم کے لیے 65/ارب، صحت کے لیے 24/ارب، تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ، پنشن میں 5 فی صد اضافہ، 40 کھرب سے زاہد خسارہ ہوگا۔ حکومتی اخراجات کے لیے 5 کھرب 30/ارب رکھے گئے۔ این ایچ اے کو 118/ ارب ملیں گے۔ ٹیکس وصولی کا حدف 70 کھرب 255/ارب رکھا گیا۔ صوبوں کا حصہ 35 کھرب 12/ارب ہوگا۔ نان فائلر کے لیے ٹیکس کی شرع 100 سے بڑھا کر 220 فی صد کر دی گئے۔ 1600/سی سی کی گاڑیوں پر ایڈوانس ٹیکس میں اضافہ کر دیا گیا۔ کینولا، سورج مکھی بیجوں اور سولر پینل پر ٹیکس ختم کر دیا گیا۔ تنخواہ داروں کے لیے سالانہ انکم ٹیکس کی حد 12 لاکھ کر دی گئی۔ شرع نمو کا ہدف 5 فی صد مقرر کیا گیا۔ 40 ہزار ماہانہ آمدنی والے خاندانوں کو ماہانہ 2 ہزار امداد ملیں گے۔ یہ اور اس جیسی امدادی اسکیموں عوام کی عزت نفس کو پامال کرتی ہیں۔ لوگ امداد حاصل کرنے کے لیے لائنوں میں کھڑے کھڑے ذلیل ہوتے رہتے ہیں۔ کیوں نہ ضرورت کی اشیاء کی قیمتیں ایسی سطح پر رکھیں جائیں کہ ضرورت مند عوام آسانی سے خرید سکیں۔ یہ صرف مہنگاہی پر کنٹرول کر کے ہی کیا جا سکتا ہے۔ خادم پاکستان آپ فرماتے ہیں کہ کپڑے فروخت کر مہنگاہی پر کنٹرول کروں گا۔ جناب ایسے سلطان راہی والے سلوگن غریب عوام آپ کے تین دفعہ وزیر اعلی پنجاب اور آپ کے بڑے بھائی نواز شریف کے تین دفعہ وزیر اعظم رہنے کے دوران عوام سنتے آئیں ہیں۔ آپ کی پارٹی مسلم لیگ نون لیگ نے اتنی مدت پاکستان پر حکومت ہے۔ غریب عوام کے حالات کیوں نہیں بدلے؟ یہی حال پاکستان پیپلز پارٹی کا بھی ہے۔ تحریک انصاف کے چار سالہ دور میں بھی مہنگائی بڑھتی رہی اس وقت کی مہنگائی سیاست دانوں کی کرپشن اور بیرون ملکوں میں سرمایا کی منتقلی کی وجہ سے ہے۔ مقتدر لوگوں کی پراپرٹیاں باہر ملک، کاروبار باہر، بچے باہر، تعلیم باہر سے، علاج باہر سے اور عوام اسپرو کی گولیوں کے لیے گورنمنٹ ہسپاتوں کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ عوام کے بچے ٹاٹ پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ کراچی کے فور منصوبے کے 40/ارب رکھے گئے۔ نہ پہلے کسی نے کراچی کا خیال کیا اور نہ اب یہ پیسے ملیں گے۔ کے فور منصوبہ نہ جانے کونسی صدی میں مکمل ہوگا۔ امپورٹیڈ حکومت میں شامل ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی نے اس شہر پر 35 سال مل کر حکومت کی۔ کراچی شہر پاکستان کو ستر فی صد اور سندھ نوے فی صد ریو ینو دینے والا پانی، صحت، سوریج، ٹرانسپورٹ اور بجلی سے محروم ہے۔ کراچی میں عبدالستار افغانی کی دو دفعہ میئر شپ اور ایک دفعہ کراچی کے سٹی ناظم نعمت اللہ خان کے دوران جو ترقی ہوئی تھی وہ ان کے جانے ے بعد وہیں روک گئی۔ اب جماعت اسلامی کے امیر نعیم الرحمان نے ''حق دو کراچی کو'' مہم شروع کی ہوئی ہے۔ امپورٹیڈ حکومت کے وزیر خزانہ مفتاع اسماعیل کو عوام دشمن بجٹ پڑھنے میں دشواری محسوس ہوئی تھی۔ الفاظ کی ادائیگی درست نہیں کر پائے۔ مشکل الفاظ بھی چھوڑ دیے۔ ہر شعبہ پر بات کرتے ہوئے پاکستان تحریک انصاف پر تنقید کرتے رہے۔ وہی پرانی بات ہر نئی آنے والی حکومت، جانے والی حکومت کو ہی موردالزم ٹھیراتی رہی ہیں۔ ایوان زیر یں (پارلیمنٹ) میں سب خاموش تھے۔ نہ کتابیں پھاڑیں گئی۔ نہ شور شرابہ ہوا۔ نہ ہی احتجاج ہوا۔ بغیر ہیڈ فون لگائے بجٹ تقریر کی۔ پارلیمنٹ میں کوئی اپوزیشن ہوتی تو بجٹ پر بات ہوتی۔ سب اپنے ہی تھے۔ اس لیے فوراً بجٹ پیش کر دیا گیا۔ ایک اسلامی ملک میں نئے سینیما گھروں، پروڈکشن ہاؤسز، فلم میوز پر ٹیکس بل لکل ختم کر دیا گیا۔ کم بجلی استعمال کرنے والوں کو سولر پینل خریدنے کے لیے آسان قرضے دیے جائیں گے۔ یہ وہی بات ہے کہ نواز شریف پورے پاکستان میں ساٹھ (60) والٹ کے بلب کی تبدیل کروا کے اس کے بدلے انرجی سیور تقسیم کیے تھے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کاروبار کرنے والے ہر ملکی غیر ملکی کو انکم ٹیکس دینا پڑے گا۔ یہ اچھی بات ہے۔ انسانوں کے حقوق اور اقلیتوں کے لیے 2.5/ارب روپے مختص کیے گئے۔ شمالی وزیرستان

میں پہلی نیشنل یونیورسٹی قائم کرنے کا کہا گیا ہے۔آیندہ مالی سال میں مہنگائی کی شرح 11.5 رہنے کا ہدف طے کیا ہے۔انکم ٹیکس چوروں پر 30/ لاکھ روپے جرمانے کی تجویز دی گئی ہے۔ایوان بالا (سینیٹ) میں بجٹ کی کاپی پیش کی گئی جس پر سوموار کو بحث ہوگی۔

سراج الحق امیر جماعت اسلامی نے بجٹ پر بات کرتے ہوئے کہا کہ سودی بجٹ قبول نہیں۔اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا ہے۔پہاڑ جتنا اضافی سود کی ادائیگی کے لیے رکھا گیا۔ایم آئی ایم نواز اقدام پر ملک گیر احتجاج ہوگا۔ سابق وزیر اعلیٰ عمران خان جس نے سابقہ ساری حکومتوں سے زیادہ قرض لیا، امپوٹیڈ حکومت کے بجٹ کو غریب دشمن قرار دے دیا۔کہا کہ شرع سود بلند ہونے سے معاشی ترقی رک جائے گی۔مہنگاہی 25 سے 30 فی صد ہوگی۔مہنگائی کے مارے عوام کی شرح 44 سے 47 فی صد ہو جائے گی۔یہ بجٹ عام آدمی کو تباہ کر دے گی۔وزیر خزانہ مفتاع اسماعیل اس پر مذید فرماتے ہیں کہ اب بھی آئی ایم ایف پاکستان سے خوش نہیں۔مذید مشکل فیصلے کرنے ہونگے۔یعنی پاکستان کے غریب عوام پر مذید مہنگائی کے بم گرائے جائیں گے۔

امپورٹیڈ وزیر اعظمؔ نے کہا تھا کہ اپنے کپڑے فروخت کر کے مہنگائی کنٹرول کروں گا۔عوام کا سوال ہے کہ جناب کرڑوں روپے خرچ کر کے وزیر اعظم ہاؤس کے سوئمنگ پول میں نہانے والا شخص کیسے اپنے کپڑے فروخت کرے مہنگائی ختم کرے گا؟اس وقت تو عوام کے کپڑے فروخت کر کے جناب وزیر اعظم، آپ وزیر اعظم ہاؤس کے سوئمنگ پول میں نہا رہے ہیں، دوسری طرف مہنگائی پر کنٹرول کیسے ہوگا؟ اس وقت بجلی کی شارٹ فال 5 ہزار 629 میگاواٹ ہے۔آپ کے پاس خزانے میں فیول کے لیے پیسے نہیں کہ بجلی گھر چلا کر اس شارٹ فال کو ختم کریں۔ پورے ملک میں بجلی کے لوڈ شیڈنگ بدستور جاری ہے۔عوام کا جینا مشکل ہوگیا ہے۔ اب کہا جا رہا کہ روس کے سفیر نے کہا کہ رعایتی نرخوں پر گیس اور پٹرول دینے کے لیے تیار ہے۔پہلے یہ پیش کش سیاست کی نظر ہوگئی تھی۔بہرحال اس کے بعد صوبے اپنے اپنے بجٹ پیش کریں گے۔بحث کے بعد آسانی سے بجٹ منظور ہو جائے گا۔کیوں کہ ہمارے غریب عوام کے مقدر میں یہی کچھ لکھا ہے۔پچھلے پچھتر (75) سالوں سے ہر سال ایسے ہی بجٹ پیش کیے جاتے رہے ہیں۔عوام غریب سے غریب تر ہوتے جاتے ہیں امیر سے امیر تر ہوتے جاتے ہیں۔کب اس ملکِ پاکستان میں اسلام کا بابرکت نظام حکومت آئے گے۔جب پیسا امیروں کی طرف سے غریبوں کے طرف آئے گا۔بجٹ 2022ء۔2023ء تو عوام دشمن بجٹ ہے۔

☆☆☆

”کشتیاں تو کشتیاں تیر و تلوار جلا دوں گا“ (شکیل احمد ناصرؔ)

تجھ سے پہلے تیری سوچ مٹا دوں گا
ظلم کی ہیبت سے ٹکرا جاؤں گا ایسے
اتر آیا جو رزمِ حق و باطل پہ اگر
خود سر و خود گر میرے تخیل کے سپاہی
ٹمٹمائیں گے جگنوں ہی جگنوں ہر طرف
گر دے نہ پایا نطق تُو کو درخشانی
آزماؤں گا تیری طاقت صبر سے میں

عمر یزید تیرے نام لگا دوں گا
مٹ جاؤں گا تجھے نشاں اپنے بتا دوں گا
کشتیاں تو کشتیاں تیر و تلوار جلا دوں گا
ارے شہباز کو مولے سے لڑا دوں گا
اندھیر کواڑوں میں نور نظر بچھا دوں گا
شکوہ تقدیر نہیں خود کو سزا دوں گا
ہاں سرِ سنان کلمۂ حق سنا دوں گا

نوٹ: کسی بھی مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ پیشوا انٹرنیشنل کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

”توہین مذہب قانون اور پاکستان جنت نظیر باغ“

(تحریر: رانا محمد حسن خاں)

عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والی آسیہ بی بی جسے توہین مذہب کے الزام میں سزائے موت سنائی جا چکی تھی سے جیل میں ملاقات کر کے ہمدردی جتانے اور توہین مذہب کو کالا قانون کہنے کے جرم میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر ۴ جنوری ۲۰۱۱ کو قتل کر دیے گئے تھے۔ سلمان تاثیر کے قتل پر سرکاری طور پر تین روز تک سوگ تو منایا گیا مگر ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی مولوی تیار نہ تھا، ان کا جنازہ بالآخر پیپلز پارٹی علماء ونگ کے علامہ افضل چشتی نے گورنر ہاؤس میں پڑھایا۔ علامہ افضل چشتی کو بھی ہمیشہ کے لیے بیوی بچوں سمیت ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ سلمان تاثیر کے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا، ۲۰۱۶ء میں اسے رہائی ملی۔ قاتل ممتاز قادری کو ملک بھر میں سچا عاشق رسول ثابت کرنے کا ٹھیکا مولویوں نے لے لیا، وکلاء برادری نے بھی ممتاز قادری پر گلاب کی پتیاں نچھاور کر کے اچھا مسلمان ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔ قاتل ممتاز قادری کو ۲۰۱۶ء میں پھانسی دے دی گئی۔ دس برس تک آسیہ بی بی کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کروانے کے بعد سپریم کورٹ نے ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو عدم ثبوت کی بنا پر باعزت بری کر دیا۔ اور آسیہ بی بی اپنی فیملی کے ساتھ ہمیشہ کے لیے کینیڈا چلی گئیں۔

معزز قارئین! سلمان تاثیر نے شہادت سے محض آٹھ گھنٹے قبل کہا تھا: ”میرا عزم اتنا پختہ ہے کہ میں باہر کے شعلوں سے نہیں ڈرتا، مجھے صرف پھولوں کی چمک سے ڈر لگتا ہے کہ یہ میرے باغ کو جلا دے گا۔“ سلمان تاثیر کے یہ الفاظ سچے تھے وہ خود تو شعلوں کی نظر ہو گیا اور اس کا ڈر بھی سچ ثابت ہو چکا ہے، لال، گلابی، موٹے اور بھدے گالوں والے مذہبی جنونیوں نے پاکستان نامی جنت نظیر باغ کو تنگ نظری، تعصب، نفرت اور فتووں کے شعلوں سے جلا دیا ہے۔ وہ آگ جس میں سلمان تاثیر کو جلایا گیا تھا وہ آگ احمدیوں، شیعوں، عیسائیوں، سکھوں، ہندوؤں کو جلاتی ہوئی پرنتھیا کمارا (پرنتھیا کو ڈنڈوں سے مار کر جلا دیا گیا تھا اور پھر اس کی راکھ پر بھی جوتیاں برسائی گئیں تھیں) تک پہنچی تھی اب سیاستدانوں، جرنیلوں، ججوں کے گرد رقص کر رہی ہے۔ اگر سلمان تاثیر کی شہادت کے بعد سر جوڑے جاتے، برائی کو جڑوں سے کاٹنے کا بندوبست کرتے تو چار سو سے زائد سنی مسلمان اور ۱۴۰۰ شیعہ مسلمان کہلانے والے توہین رسالت کے الزام میں جیلوں میں قید نہ ہوتے، کم از کم سات مسلمان عدالتوں میں آتے یا جاتے ہوئے قتل نہ ہوتے، کم از کم ۶۰ افراد ماورائے عدالت قتل نہ ہوتے، خانیوال میں ذہنی مریض کو باندھ کر اس کی انگلیاں کاٹ کر پتھر مار کر ہلاک کر کے اس کی لاش درخت سے نہ لٹکائی جاتی، کم از کم پاکستان کو پاک کرنے کے لیے کم از کم ساٹھ خواجہ سرا بے دردی سے قتل نہ کیے جاتے، نہ مشال خان قتل ہوتا، نہ خوشاب میں بے گناہ بنک مینیجر قتل ہوتا، نہ کمرہ عدالت میں ذہنی مریض قتل ہوتا، بہاول پور میں دولڑکیوں کے ہاتھوں استانی ذبح نہ ہوتی، ہزارہ برادری ۸۰ لاشیں سڑک پر رکھ کر احتجاج نہ کرتی، سلمان تاثیر کے قتل کے ایک ماہ بعد شہباز بھٹی قتل نہ ہوتا، عورت مارچ کے منتظمین کے خلاف توہین مذہب کا مقدمہ درج نہ ہوتا، وکلاء کو جان سے مارنے کی دھمکیاں نہ ملتیں، احسن اقبال کو گولی نہ لگتی، پرویز رشید کے سر پر جوتے نہ پڑتے، رانا ثناء اللہ کو کافر مرتد نہ کہا جاتا، جنرل باجوہ کو صحافیوں کو بلا کر میلاد نہ کروانا پڑتی، تحریک لبیک کا جنم نہ ہوتا، ججوں کو انگریزوں کے کتے نہلانے والے نہ کہا جاتا، بے گناہ جانباز درجنوں سپاہی نہ مارے جاتے اور تو اور عاطف میاں اور ان کے ساتھی مشیر خزانہ ہوتے، پاکستان کی معیشت تباہ و برباد نہ ہوتی، یورپ، امریکا اور چین سے تعلقات خراب نہ ہوتے، سب سے بڑی بات یہ کہ ہندوستان میں ہندوتوا کا نعرہ نہ لگتا اور منو کے قوانین نافذ کرنے کا مطالبہ زور نہ پکڑتا، ہندوستان کی مسلمان اقلیت کو مظالم کا نشانہ نہ بنایا جاتا وغیرہ وغیرہ۔ یاد رہے گزشتہ برس ۵۸۶ توہین

مذہب کے کیس رجسٹر ہوئے تھے۔

پاکستان کے سینے پر ۱۹۷۴ء میں جو گھاؤ لگا تھا وہ ۱۹۸۶ء میں ناسور بن گیا تھا، سارے بدن کو بدبودار بنا رہا ہے۔ انتہا پسند جنونی اور ان کے چیلے چانٹے اس ناسور کی حفاظت اور پرورش کے لیے جان کی بازی تک لگائے ہوئے ہیں۔ انتہا پسند جنونیوں کی تعداد دن بدن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ پاکستان کے تمام ادارے یوں لگتا ہے گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں یا اپنا وجود نا مسعود بچانے کے لیے انتہا پسند جنونیوں کے انگوٹھے چوس رہے ہیں۔ جرنیل ہوں یا سیاستدان، جج ہوں یا وکلاء، قانون نافذ کرنے والے ادارے ہوں یا محکمہ خوراک وصحت، دانشور ہوں صحافی اس ناسور کا علاج کرنے کی بجائے اس ناسور کو چھیڑنا مذہب کی توہین سمجھنے لگے ہیں۔ مذہبی جنونیوں کی کاروائیوں پر ان کا فقط دو چار بیان ٹھوک دینا ثابت کرتا ہے کہ ان کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں ان کی دانش کو زنگ لگ گیا ہے، انہیں بھیڑیوں سے محبت ہے اور عوام سے نفرت، یہ خدا اور رسول اللہ ﷺ سے خود کو منسوب کرتے ہیں مگر اللہ کے احکامات پر عمل کرنا ان کے لیے دوبھر ہو چکا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے مقدس ارشادات کی ان کی نگاہ میں اہمیت باقی نہیں رہی۔ شاید اسی لیے حسن نثار اور سلیم صافی پاکستانیوں کو منافق کہتے ہیں۔

گزشتہ برس جبکہ عمران خان کی حکومت تھی ۵۸۶ توہین مذہب کے کیس رجسٹر ہوئے تھے۔ ایک برس میں یہ سب سے زیادہ تعداد ہے۔ جناب عمران خان اپنے دور حکومت میں ساری دنیا کو اسلاموفوبیا کا سبق پڑھاتے رہے۔ دنیا نے ان کی بات کو سنا اور ۱۵ مارچ کو اسلاموفوبیا کے خلاف عالمی دن منانے کا اعلان بھی کر دیا۔ اس کا فخر سے ذکر کرتے ہوئے عمران خان یہ کہنا نہیں بھولے کہ جب سے پاکستان بنا ہے صرف دو ہی تاریخی فیصلے ہوئے ہیں، اسلاموفوبیا کے خلاف عالمی دن منانے کی قرارداد منظور ہونا اور قادیانیوں کو پارلیمنٹ کا کافر قرار دینا۔ شاید نئی نسل کو یاد نہ ہو کہ ۷۴ء سے پہلے احمدی قانون کی نگاہ میں مسلمان اور برابر کے شہری تھے۔ احمدیوں نے اس فیصلے کو کبھی تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی وہ کریں گے کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ کاش عمران خان تھوڑا سا مطالعہ فرما لیتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ مسلمانوں نے غیر مسلموں کو تو چھوڑیے ہم مذہب فرقوں کو کیا کچھ نہیں کہا، ننگی گالیاں تک دی ہیں۔ ان فرقوں سے تعلق رکھنے والے بزرگوں کو کافر، زندیق، ملحد، مرتد، بد مذہب، بد عقیدہ تک کہا ہے۔ بعض فتوؤں میں اتنے غلیظ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔ تحریک لبیک کے خادم رضوی نے اس گند کو کتابوں سے نکال کر عالمی طور پر متعارف کروا دیا ہے۔ احمدیوں اور شیعوں کو اور غیر مسلم اقلیتوں کو تو یہ مذہبی جنونی انسان ہی نہیں سمجھتے۔ آنے والے دنوں میں عمران خان اور ان کے ساتھیوں کو بھی اس نفرت کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا اظہار وہ گزشتہ برسوں میں کرتے رہے ہیں۔ وطن عزیز میں یہی چلن ہے کہ جس کے خلاف توہین مذہب کا کیس رجسٹر ہو جائے اس کے برے دن شروع ہو جاتے ہیں، ان کی اور ان کے رشتے داروں کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔ مسجد نبوی ﷺ کی بے حرمتی پر عمران جی کا یہ جو موقف آیا ہے کہ "میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس مقدس جگہ لوگوں کو آوازیں کسنے کی ہدایت دوں، میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کا جو مقام ہے وہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔" عمران جی شاید بھول گئے کہ وطن عزیز کے آئین کے مطابق ثابت کرنا ضروری ہے۔ جناب وزیراعظم ایسے ہی نہیں بن گئے تھے، یہ حلفیہ بیان دے کر بنے تھے کہ میں ختم نبوت پر یقین رکھنے والا مسلمان ہوں۔ محمد نعیم نامی شہری نے تھانہ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد میں اور دیگر لوگوں نے سات شہروں میں عمران خان، قاسم سوری، فواد چودھری، شہباز گل، شیخ رشید، انیل مسرت، شیخ راشد اور دیگر 150 افراد کے خلاف توہین مذہب کیسز رجسٹر کروائے ہیں۔ سبھی نے ضمانت قبل از گرفتاری کرا رکھی ہے۔ عمران خان اکثر کہا کرتے ہیں کہ وہ قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی جس کے بڑوں کو چھوڑ دیا جاتا ہو اور غریبوں کو رگڑا جاتا ہو۔ جی ہاں توہین مذہب کے کیسز میں گو گرفتاری کے بعد ضمانت ہو سکتی ہے مگر آج تک کسی کی بھی ضمانت سیشن جج نے قبول نہیں کی کیونکہ اسے اپنی جان عزیز ہوتی ہے اور ملزم کو موت کے منہ میں جانے سے بچانا بھی مقصود ہوتا ہے۔ آئین کے مطابق مسجد نبوی ﷺ کی بے حرمتی کرنے کرانے والوں کو جیل میں ہونا چاہیے جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے توہین مذہب کے بے گناہ ملزمان رہائی سے پہلے کئی برس جیل میں ناکردہ گناہ کی سزا کاٹتے ہیں۔ محترمہ آسیہ بی بی تو دس برس جیل کاٹ کر باعزت رہا ہوئی تھیں۔ چیئرمین نیشنل.. (بقایا حصہ: صفحہ 28)

ورکشاپ کا بیٹا!!

افسانہ نگار: تنویر صادق

گاڑی اپنی رفتار سے جا رہی تھی کہ ایک موٹر سائیکل والا لہراتا گاڑی کی طرف آیا۔ میں نے بریک لگانے کے ساتھ ساتھ ہارن دینے کی کوشش کی مگر چند سیکنڈ پہلے تک چلنے والا ہارن یکا یک جواب دے چکا تھا۔ ہمارے جیسے ملکوں میں جہاں لوگوں کو لائن اور لین کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور یہ کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کب کوئی لہراتا اور بل کھاتا موٹر سائیکل والا پہلی سے تیسری یا کوئی ویگن والا تیسری سے پہلی لین یا کوئی رکشے والا پہلی سے دوسری لین میں چلا جائے اس لئے ہمیں بریک سے زیادہ ہارن کام دیتا ہے۔ ہارن کو صحیح کرانے کے لئے میں دائیں بائیں دیکھنے لگا کہ کوئی ورکشاپ نظر آ جائے۔ تھوڑا آگے ایک ورکشاپ نظر آئی تو میں گاڑی ورکشاپ کے اندر لے گیا۔ ایک درمیانی عمر کا شخص اٹھ کر میری طرف آیا، مجھے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے، شاید وہ ورکشاپ کا مالک تھا۔ میں نے بتایا کہ ہارن جواب دے گیا ہے اسے چیک کرانا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر بونٹ کھولا، انجن پر نظر ڈالی اور آواز دی، ''چھوٹے استاد، ادھر آنا''۔ اگلے لمحے چھوٹا استاد پہنچ گیا اور بولا جی استاد۔ ''ان کی گاڑی کا ہارن خراب ہے، دیکھ لو''۔

چھوٹا استاد مڑا، سامنے سے کچھ اوزار اکھٹے کئے اور واپس آ کر گاڑی کا معائنہ کرنے لگا۔ یہ سوچ کر کہ اتنا چھوٹا بچہ، پتہ نہیں کام بھی جانتا ہے کہ نہیں، میں نے گھبرا کر ورکشاپ کے مالک کو کہا کہ بھائی کوئی بہتر کاریگر۔ وہ مسکرایا ''اس کی عمر اور قد کاٹھ کو نہ دیکھیں، یہ میرا بچہ اس علاقے کا بہترین آٹو الیکٹریشن ہے۔ آپ کو اس سے بہتر کاریگر اس علاقے میں نہیں ملے گا''۔ اسی دوران چھوٹے استاد نے میری گاڑی کے دونوں ہارن کھول دیئے۔ انہیں چیک کیا۔ ایک کے ساتھ جڑی تار کاٹ کر نئی لگا دی اور کہنے لگا، ''جو صحیح ہو سکتا تھا وہ صحیح کر دیا ہے، دوسرا جل گیا ہے۔ نیا لگوانا ہے تو چار سو روپے کا ہے، میں نے نیا لگانے کا کہا، اس نے پھرتی سے نیا بھی نصب کر دیا اور کل پانچ سو بل مانگا۔ میں نے بل دیتے غور کیا کہ وہ انتہائی ہونہار بچہ تھا۔ اس کی عمر تو پڑھنے اور لکھنے کی تھی مگر حالات کا ظلم کہ اس نے اس کا بچپن چھین کر اسے اس ورکشاپ میں مشقت کی نظر کر دیا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا، ''بیٹا تم پڑھتے کیوں نہیں''۔ وہ ہنسنے لگا، سر جی کون مجھے پڑھائے گا، میں یہاں ٹھیک ہوں، بہت خوش ہوں۔ میں نے پھر کہا کہ بیٹا کبھی کبھی دل تو کرتا ہوگا۔ کہنے لگا بالکل نہیں کرتا، جو چیز بس میں نہیں اس کے بارے کیا سوچنا، اور کیا دل نے کرنا، پڑھنے کے لئے کوئی پڑھانے والا بھی درکار ہوتا ہے، اپنا تو کچھ بھی نہیں، اس نے یہ بڑے اداس لہجے میں کہا۔

میں نے کہا کہ بیٹا کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارے والد صاحب کون ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ ہنس کر کہنے لگا میں اسی ورکشاپ میں رہتا ہوں اور اسی ورکشاپ کا بیٹا ہوں۔ بیٹا میں تمہارے گاؤں اور تمہارے والد کا نام جاننا چاہتا ہوں، تم میری بات مذاق میں ٹال رہے ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں، وہ کام چھوڑ کر میرے قریب آ گیا اور بولا لگتا ہے آپ بہت سے سوال کرنے کے موڈ میں ہیں۔ بیٹھیں میں ایک ہی دفعہ ساری بات بتا دیتا ہوں امید ہے مزید سوالوں کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ وہ مسکرایا اور سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا، عمر شاید دس گیارہ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ مگر لہجے میں بلا کی خوداعتمادی تھی۔ میرے ہاں کہنے پر بڑی روانی سے بتانے لگا۔ ''جناب میں بہت چھوٹا تھا، ابھی پوری ہوش بھی نہ تھی کہ میرا باپ مر گیا۔ بس اتنا یاد ہے کہ ہم دو بھائی تھے۔ ہماری ماں ہمیں گھر میں بند کر کے روٹی کی تلاش میں سارا دن گھر سے غائب رہتی۔ رات کو جو کھانا وہ لے کر آتی ہم تینوں مل کر کھا لیتے۔ یوں دن کٹ رہے تھے کہ ایک دن ماں ایک نئے بندے کے ساتھ گھر آئی۔ پتہ چلا کہ ماں نے شادی کر لی ہے اور یہ بندہ ہمارا نیا باپ تھا۔ نیا باپ بہت ظالم تھا۔ کچھ ہی

دنوں میں اس نے مار پیٹ شروع کر دی۔ وہ ماں اور ہم دونوں بھائیوں کو بہت مارتا۔ ایک دن میرا بڑا بھائی گھر سے غائب ہوگیا۔ ماں اسے ڈھونڈتی رہی مگر اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ میرے سوتیلے باپ کو کوئی پرواہ ہی نہیں تھی۔ مجھے لگتا ہے کہ میرے سوتیلے باپ نے اسے بیچ دیا ہوگا۔ ماں شروع میں اسے یاد کرکے روتی رہی مگر پھر اسے صبر آ گیا۔ بھائی کے جانے کے بعد ماں میرا بہت خیال رکھتی تھی۔ مگر میرے سوتیلے باپ کی مار پیٹ کی عادت بالکل نہ بدلی۔ حالات سے تنگ میری ماں ایک دن کسی کے ساتھ بھاگ گئی۔ وہ مجھے بہت پیار کرتی تھی مگر اس دن جانے اس کے پیار کو کیا ہوا، بھاگتے ہوئے اپنے پیارے کو بھول گئی۔ یہ کہہ کر وہ بڑی تلخ سی ہنسی ہنسنے لگا۔

کچھ سنبھل کر وہ دوبارہ گویا ہوا۔ اب میں تھا اور میرا سوتیلا باپ۔ اس کی مار کھانے کو میں اکیلا، مگر عادت سی ہوگئی تھی۔ وہ صبح سے مجھے گھر میں بند کر جاتا اور روز شام کو روٹی دینے سے قبل میری ماں کو گالیاں اور مجھے زدوکوب کرتا۔ ایک دن ایک شخص آیا اس نے کچھ پیسے دے کر میرے باپ سے مجھے خرید لیا۔ وہ مجھے اپنے ہمراہ ایک نئے شہر لے آیا۔ میں شاید اس وقت چھ سال کا تھا۔ مجھے نا تو اپنے گاؤں کا پتہ تھا اور نا ہی اس نئے شہر کا۔ اس نئے شہر میں اس شخص کی ورکشاپ تھی۔ میں ورکشاپ میں کام کرنے لگا۔ میں چونکہ بہت چھوٹا تھا اس لئے میرا کام وہاں کام کرتے ہوئے مستریوں کو اوزار فراہم کرنا تھا۔ وہ ورکشاپ والا میرے سوتیلے باپ سے بھی زیادہ ظالم تھا۔ روٹی تو مل جاتی تھی مگر مار اور جھڑکوں کی ذلت ہر وقت میرا مقدر تھا۔ کسی کسی دن کسی غلطی پر مار بھی پڑتی اور اس دن سزا کے طور پر کھانا بھی نہ ملتا۔ چار ساڑھے چار سال پہلے ایک دن کسی بات پر مجھے ورکشاپ کے مالک نے بہت مارا اور کسی کام کے لئے جاتے ہوئے کہہ گیا کہ میں واپس آ کر اور ماروں گا۔ میں بہت ڈرا ہوا تھا۔ روتے روتے میں ورکشاپ سے باہر آ گیا۔ محلے میں کسی دوسرے شہر سے کوئی بارات آئی ہوئی تھی اور باراتیوں کی بس بازار میں کھڑی تھی۔ میں بس میں سوار ہو گیا اور پچھلی سیٹ کے نیچے چھپ گیا۔ پتہ نہیں کب میری آنکھ لگ گئی مگر جب آنکھ کھلی تو میں خالی بس میں اکیلا تھا اور بس کسی نئے شہر پہنچ چکی تھی۔

اس نئے شہر میں دو دن میں آوارہ پھرتا رہا۔ بھوک لگتی تو کسی ہوٹل کے پاس کھڑا ہو کر لوگوں کو دیکھتا۔ کوئی ترس کھا کر روٹی لے دیتا۔ سردی شروع ہو رہی تھی اس لئے رات کو ٹھنڈ کے باعث سونا بڑا مشکل ہوتا۔ تیسرے دن میں اس ورکشاپ کے پاس سے گزرا۔ ورکشاپ بند تھی مگر اس کے باہر بھی کچھ گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایک گاڑی لاک نہیں تھی۔ میں نے دروازہ کھولا اور گاڑی کی سیٹ پر مزے سے رات بھر سوتا رہا۔ صبح استاد نے مجھے سوتے میں اٹھایا اور یہی سوال کئے جو تم آج کر رہے ہو۔ میں تو کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ استاد نے کوشش کی کہ میرے کسی عزیز یا رشتہ دار کا اتا پتا مل سکے مگر یہاں کوئی تھا ہی نہیں ملتا کیسے۔ بس اس دن سے میں یہیں لڑکوں کے ساتھ ورکشاپ میں سوتا ہوں۔ یہ ورکشاپ ہی میرا سب کچھ ہے۔ اب تو چار سال سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ کام بھی سیکھ لیا ہے۔ بس یہی میری کہانی ہے۔ آج مجھے کچھ نہیں پتہ میں کس شہر میں پیدا ہوا، کہاں بچپن گزرا۔ میرا باپ یا میری ماں کون تھی۔ ایک بڑا بھائی تھا مگر جس عمر میں بچھڑا، اب میں کیا اسے پہچان پاؤں گا۔ میرے وہ سب رشتے مستقل کھو چکے ہیں۔ یہ ورکشاپ یا کہہ لیں استاد ہی میرا سب کچھ ہے۔ اس نے ہنس کر مجھے آنکھ ماری اور پوچھا، ''کوئی اور سوال''۔ میں نے انکار میں سر ہلا دیا۔ میں اس سے کیا سوال کرتا۔ اس ہونہار بچے کی زندگی میرے لئے ہی نہیں، سارے معاشرے کے لئے ایک چبھتا سوال ہے۔ وہ ہنستا ہوا چل دیا۔ میں نے گاڑی موڑی۔ آئینے میں نظر آیا کہ وہ ایک دوسری گاڑی پر کام کرنے میں منہمک تھا۔۔۔۔۔۔

منافقت جب ایمان میں بدل جائے گی
تو یہ معیشت بھی جلد ہی سنبھل جائے گی
اے غافلو جو اخلاقی ہے وہ بیماری بھی
شفایابی میں ہاں جلد ہی بدل جائے گی

رانا محمد حسن

50 دن میں خطِ دیوانی اور 75 دن میں خطِ ثلث میں ہاتھ سے قرآن پاک کی خطّاطی کا عالمی ریکارڈ

(خوشاب کے نوجوان ادیب، گرافک ڈیزائنر، افسانہ نگار اور خطّاط محمد نعیم یآد کا ادب اور آرٹ میں ایک منفرد کارنامہ)

(تحریر: احسن رضاؔ۔ لاہور)

انسان اللہ پاک کی تخلیق کا سب سے اعلیٰ اور اچھوتا شہکار ہے۔ انسانی زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آج سائنسی دور نے انسان کی زندگی میں پائے جانے والے ہزار ہا پیشوں اور علوم وفنون کی ترقی کے نت نئے دروازے کھول دیے ہیں۔ انسانی ہاتھ میں موجود تمام ہُنر ہائے زندگی اس بات کی قوی دلیل ہیں کہ اللہ پاک ہی خالقِ برحق ہے جس نے انسان کو کائناتِ ارض وسماء کے تمام علوم وفنون سے آشنائی عطا فرمائی ہے۔ 1980ء میں ''ہوورڈ گارڈنز'' نے کثیر جہتی ذہانت (Multiple Intelligence) کا نظریہ پیش کیا اور بتایا کہ انسان میں نوطرح کی مختلف ذہانتیں پائی جاتی ہیں۔ گویا کہ ٹیلنٹ ایک مخفی خزانہ ہے جسے اپنے اندر تلاش کرنے کے لیے سخت محنت درکار ہوتی ہے۔ ملکِ پاکستان کو اللہ پاک نے ہر طرح کی نعمتوں اور ٹیلنٹ سے نواز رکھا ہے۔ اس کے ہر شہر اور علاقہ میں کوئی نہ کوئی خاص وصف پایا جاتا ہے۔

ضلع خوشاب علوم وفنون اور ادبی خدمات کے لحاظ سے ہمیشہ سے ہی سرسبز وشاداب رہا ہے۔ اسی علاقہ سے حضرت واصف علی واصفؒ جیسی عظیم المرتبت اور بے مثل روحانی ہستی نے جنم لیا اور اسی علاقہ نے ادب کو احمد ندیم قاسمی اور خوشونت سنگھ جیسی ادبی شخصیات بھی دی ہیں۔ گذشتہ ایک دہائی سے اسی علاقہ کے ایک اور نوجوان کا نام ادبی حلقوں میں زبانِ زدِ عام ہے۔ اللہ پاک نے اس نوجوان کو کئی خداداد صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے۔ اس نوجوان نے ادبی میدان میں اردو اور پنجابی افسانہ وافسانچہ نگاری میں کمال کر دکھایا ہے یہ نوجوان محمد نعیم یآد ہے جو اپنے ادبی وفنی کارناموں کی وجہ سے اپنے علاقہ کی خاص پہچان بن چکا ہے۔ نعیم یآد نے جب زمانۂ طالب علمی کے دوران ادبی دنیا میں قدم رکھا تو اخبارات میں کالمز کے ذریعے لکھنے کا آغاز کیا۔ ابھی انٹرمیڈیٹ سال اول میں ہی تھے کہ ان کی اردو نثری مضامین پر مشتمل پہلی کتاب منظرِ عام پر آئی۔ نعیم یاد نے ادبی سرگرمیوں کو جاری رکھتے ہوئے اپنے علاقہ سے بچوں کے لیے ایک ادبی مجلّہ ''مدنظر'' کے نام سے بھی شائع کیا۔ اپنی مدد آپ کے تحت شائع ہونے والا یہ میگزین تین سال متواتر شائع ہوتا رہا۔ نعیم یاد نے ادب کی صنف افسانے اور افسانچے پہ کام کیا اور اب تک اردو، پنجابی اور انگریزی تینوں زبانوں میں اس کی نو کتب منظر عام پر آ چکی ہیں جن میں آ و پیار کے دیپ جلائیں، اک خواب جو ٹوٹ گیا، پتھر روتے ہیں، بے نام مسافتیں، چند اُداس کاغذ، پورے چاند کی رات، نیناں دے سفنے، کنڈیاں کی واڑ اور The Fragrance of Words شامل ہیں۔

نعیم یآد بنیادی طور پر ایک نہایت مخلص، ایماندار، روشن خیال، محبّ وطن، محبتیں بانٹنے والا نوجوان ہے۔ اس نوجوان نے اندرن وبیرون ملک ادبی حلقوں کو اُس وقت ورطۂ حیرت میں ڈال دیا جب ''نُورالقلم'' کے نام سے اُن کا قرآنی خطاطی پر مشتمل پہلا والیم منظرِ عام پر آیا۔ نورالقلم خطاطی کے تین سو زائد دو والیم پر مشتمل نعیم یاد کی وہ کاوش ہے جس کو دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ ان کی خطاطی منفرد، بے مثال اور نمایاں اوصاف سے سرشار ہے، ان کے خط میں بے پناہ دلکشی اور جاذبیت جھلکتی ہے، اصول وضوابط کی رعایت بھی ہوتی ہے اور خوبصورتی بھی اس سے مترشح ہوتی ہے، خط رقعہ، دیوان جلی، ثلث، کوفی اور دیگر خطوط کے ساتھ اُردو خط پر بھی یکساں عبور رکھتے ہیں اور اپنی خطاطی کے ذریعہ حسن وجمال کا جلوہ بکھیر کر رکھ دیتے ہیں، قرآنی طرز کی خطاطی بھی وہ انتہائی خوبصورت اور صاف ستھرے طریقے پر کر لیتے ہیں، قرآن کی جو

ضلع خوشاب کے نوجوان افسانہ نگار شاعر خطاط محمد نعیم یآد

آیتیں انہوں نے کتابت کی ہیں وہ لائق دید اور قابل تعریف ہے، ذرہ برابر کسی طرح کی کوئی تفریق نظر نہیں آتی ہے۔

نعیم یآد نے خطاطی کے شعبہ میں تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے 75 دن کے قلیل عرصہ میں ''خطِ ثلث'' میں اپنا پہلا قرآنِ مجید تحریر کر کے قرآنی خطاطی کے شعبے میں ایک ریکارڈ قائم کر دیا ہے اور یہی نہیں بلکہ حال ہی میں اپنے خطاطی کے اس عشق کے تسلسل میں ''خطِ دیوانی (عثمانی)'' میں 50 دن کے نہایت قلیل عرصہ میں ایک اور قرآنِ پاک تحریر کر کے ورلڈ ریکارڈ بنا دیا ہے۔ نعیم یآد نے خطِ دیوانی (عثمانی) میں عربی الفاظ کو اعراب اور نقطوں سے سجا کر ایک نہایت منفرد کام سرانجام دیا ہے۔ ورلڈ ریکارڈ اس لحاظ سے کہ قرآنی خطاطی میں اس نوجوان کا کوئی استاد نہیں۔ اس کے پاس یہ ہنر صرف اور صرف اللہ پاک اور سرکارِ دو عالمؐ کی عنایتِ خاص سے ہے!! اس طرح اِن عربی خطوط میں 75 اور 50 دنوں کے قلیل ترین عرصہ میں آج تک قرآنِ پاک ہاتھ سے تحریر کرنے کا ریکارڈ موجود نہیں ہے!! خطِ دیوانی (عثمانی) اسلامی خطاطی کا ایک خط ہے جو پندرھویں صدی عیسوی میں سلطنتِ عثمانیہ کے عہد میں وجود میں آیا۔ دفتر دیوانی (چیف سیکرٹریٹ) میں سلطان المعظم کے فرامین اسی خط میں لکھے جاتے تھے اسی لیے اس کو ''خطِ دیوانی'' کہتے ہیں۔ خطِ دیوانی ابراہیم حنیف نے ایجاد کیا جو سلطان محمد فاتح کے زمانے میں دفترِ دیوان کا صدر ''منشی'' تھا۔ قرآنی خطاطی پر تھوڑی سی تحقیق پر معلوم ہوا کہ نعیم یآد کی قرآنی خطاطی میں عربی کتابت کے تمام اصول تحقیق، تحدیق، تحویق، تخریق، تعریق، تشقیق، تمیق، توفیق، تدقیق اور تفریق اپنی پوری رعنائی کے ساتھ جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔

کیا اتنا عظیم کارنامہ سرانجام دینے والا انسان کوئی عام انسان ہے؟؟؟۔ ہرگز نہیں!!! بلکہ بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ ایسا انسان پہلے اللہ پاک اور سرکارِ دو عالمؐ کی نگاہ فیض سے نوازا جاتا ہے اور پھر اُس سے اس طرح کا عظیم الشان کام لیا جاتا ہے۔ دُنیا میں مصوّروں اور آرٹسٹوں کی کمی نہیں مگر قرآنِ پاک کو قلیل ترین عرصہ میں بغیر کسی استاد سے سیکھے اپنے ہاتھوں سے تحریر کرنا کسی

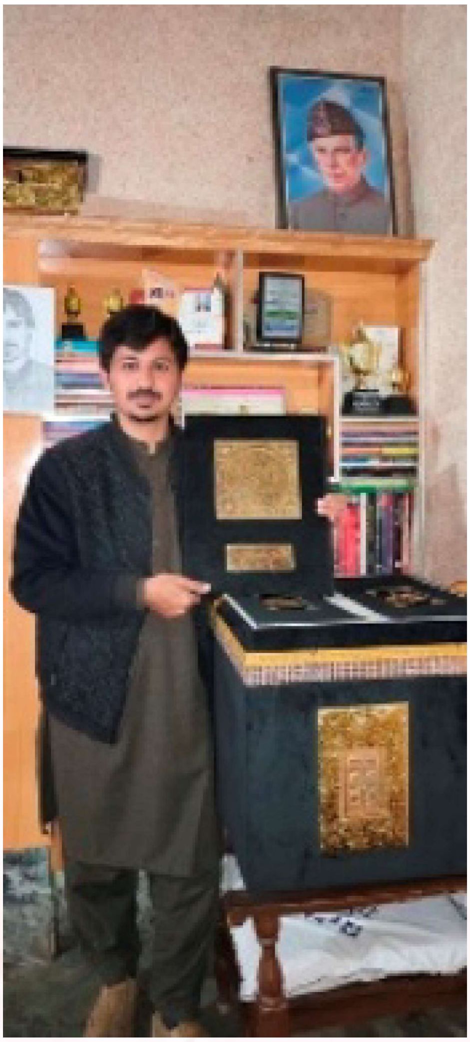

روحانی معجزے سے کم نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے ہاں دیگر فنون کے ماہرین کی پینٹنگز کی بڑے بڑے ہالز میں نمائش لگائی جاتی ہے اور اس پر لاکھوں کروڑوں روپے بھی خرچ کیے جاتے ہیں مگر اس طرح کے نوجوانوں کا ٹیلنٹ سامنے لانے اور سراہنے کو ہمیشہ پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ پاک اور رسولِ اکرمؐ کی محبت کے آئینہ دار اس فن کی پذیرائی ایسی ہونی چاہیے کہ ساری دُنیا دیکھتی ہی رہ جائے!! افسوس صد افسوس کہ ہمارے میڈیا چینلز پر قومی اور بین الاقوامی سطح پر ہونے والے انتہائی معمولی واقعات کو ''بریکنگ نیوز'' کے طور پر دھڑا دھڑ چلایا جاتا ہے مگر اتنے بڑے اسلامی اور روحانی کارنامہ سرانجام دینے والے کا اخبارات یا میڈیا میں ذکر تک نہیں ملتا حالانکہ میڈیا کا یہ فرضِ اوّلین ہے کہ اس طرح کے نوجوانوں کو

ہر چینل پر جگہ دی جائے اور اِن کے فن کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کر کے دکھایا جائے تاکہ ایسے نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ دوسرے نوجوانوں کو بھی اس طرح کے بے مثل کام سیکھنے کی ترغیب ملے۔

پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا یہ فرض ہے کہ وہ دیگر پروگرامز کی طرح اسلامی ثقافت اور علوم وفنون کی اشاعت میں بھی اپنا حقیقی کردار ادا کرے۔حکومتِ پاکستان پر لازم ہے کہ ایسے قابل اور محنتی نوجوان کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ایک نسخہ مسجدِ نبوی شریف کی لائبریری میں بھی رکھوائے تاکہ وطنِ عزیز پاکستان کی احسن انداز میں نمائندگی ہو سکے۔اس نوجوان کا کام بھی اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اس جگہ پر لے جا کر رکھا جائے جس سرزمین کی بدولت اللہ پاک نے اس نوجوان کو ایسا بے مثل کام کرنے کی سعادت بخشی ہے۔

حکومت کو چاہیے کہ اس طرح کے نوجوانوں کے لیے صدارتی ایوارڈ کا اعلان کرے اور اس کے اپنے شہر میں قرآنی خطاطی سکھانے کا ایک مرکز قائم کرے

تاکہ ہمارا یہ اسلامی وروحانی ورثہ آنے والی نسلوں کو منتقل ہو سکے۔نعیم آیا جیسے نوجوان ہی ہیں جنہیں اقبالؒ نے ''شاہین'' کے لقب سے نوازا ہے۔آنے والے دنوں میں نعیم آیا کچھ ایسے ادبی وفنّی کام سرانجام دے گا کہ انکے یہ کام انکو ہمیشہ کے لیے امر کر دیں گے۔ہمیں اور ہمارے وطنِ عزیز پاکستان کو اپنے ایسے باکمال، باکردار، باعمل اور ہُنر مند نوجوانوں پر فخر ہے۔یہ ہمارے ملک و قوم کا ایک عظیم سرمایہ ہیں۔ہمیں انکی دل سے قدر کرنی چاہیے اور انکو انکا وہ مقام دینا چاہیے جس کے یہ حقیقی معنوں میں مستحق ہیں!!

اعلان برائے اشتہارات

کاروبار کی ترقی کے لیے اشتہارات کی اشاعت عصر حاضر میں کاروباری حضرات کی اہم ضرورت ہے۔ادارہ پیشوا نہایت کم قیمت پر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہے۔

A.4۔ فل سائز۔کلر۔150£ ہاف پیج۔کلر۔80£ کوارٹر پیج۔کلر۔50£

پیشوا میں اشتہارات شائع کروانے کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

رانا عبدالصمد خاں 07792998973

WWIII کمپین... عافیت کا حصار!

تحریر: پروفیسر نصیر احمد حبیب۔ لندن

اس وقت تہذیب انسانی کی کشتی ایک خطرناک موڑ پر پہنچ چکی اور اب وہ چٹانوں کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ایک طرف تو انسان ستاروں کی گزر گاہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس قابل ہوگیا ہے کہ نو ارب نوری سال کے فاصلے پر موجود کہکشاؤں کا دیدار کر رہا ہے اور کائنات کے باریک سے باریک ذرّات کا جگر چیر کر ان کے اندر موجود تباہ کن قوتوں کو گرفتار کرنے کے قابل ہوگیا ہے۔ لیکن اپنے خالق سے دوری اور روحانی اقدار سے محرومی کے باعث یہ مادی دنیا کی تمام فتوحات اس کی اپنی ہی تباہی کے سامان بن گئی ہیں۔ اور ایٹمی جنگ جسے ماضی میں محض ایک امکان سمجھا جا رہا تھا اب حقیقت بن کر سامنے آگئی ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوگیا تو انسان آپ اپنی آگ کا خس و خاشاک بن جائے گا۔ مایوسی اور انتشار کی اس اندھیری میں امام وقت نے آسمانی نوبت خانے کے نقارہ پر ضرب لگائی اور انسانیت کو اس خوفناک خطرہ سے آگاہ کیا ہے۔ اور نو سنہری نکات پیش کیے ہیں جو قطبی ستارے کی طرح دنیا کی راہنمائی امن و سلامتی کے حصار کی طرف کر سکتے ہیں بشرطیکہ دنیا ان اصولوں پر عمل پیرا ہو اور انہیں اپنا حرزِ جاں بنا لے۔

1۔ خالق کی پہچان (Recognize the Creator)

پہلا سنہری اصول جو آپ نے بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ مخلوق اپنے خالق کی پہچان حاصل کرے جس کے بغیر دنیا اس بحران پر قابو نہیں پا سکتی۔ اس کی تمام سائنسی فتوحات تمام علمی کارنامے اور مہارتیں سب بیکار جائیں گی۔

مثنوی مولانا روم میں ایک حکایت لکھی ہے۔ سلطان محمود غزنوی رات تنہا گشت کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا چوروں کی ٹولی بیٹھی ہے۔ وہ بھی ان میں جا بیٹھا۔ چوروں نے پوچھا کہ حضرت آپ کون ہیں۔ سلطان نے کہا میں بھی آپ کا ہم پیشہ ہوں۔ چوروں نے کہا ہم سب اپنا اپنا ہنر بیان کرتے ہیں اگر تم بھی اپنا ہنر بیان کرو۔ اگر تم میں بھی کوئی کمال فن ہو تو ہمارے ساتھ شریک ہو سکتے ہو۔ چوروں نے اپنے اپنے ہنر بیان کیے ایک چور نے کہا میرا کمال یہ ہے کہ اگر کسی اجنبی کو میں نے اندھیری رات میں دیکھا ہو تو دن کے وقت اگر کہیں مل جائے تو فوراً اس کو پہچان لوں گا۔ سلطان نے کہا میری داڑھی میں یہ خاصیت ہے کہ مجرموں کو اگر جلادوں کے حوالے کیا جا رہا ہو اور میں اپنی داڑھی ہلا کر رہائی کا اشارہ کر دوں تو وہ فوراً رہا کر دیے جائیں۔ اس کے بعد سب کا سب طائفہ دزداں قصر شاہی کی طرف چلا۔ نقب لگائی۔ سب کچھ لاد کر چلے۔ سلطان بھی ان کے ساتھ رہا ان کا ٹھکانا دیکھ کر غائب ہوگیا۔ دوسرے روز لشکریوں کو بھیجا وہ سب گرفتار کر لیے گئے اور سلطان کے سامنے پیش ہوئے۔ اس سے پہلے کہ جلادوں کے حوالے ہو جاتے۔ لیکن اندھیری رات میں دیکھے ہوئے اجنبی کو دن کے وقت پہچاننے والے نے فوراً سلطان کو پہچان لیا اور سلطان سے درخواست کی کہ ہمارے تمام ہنر بیکار ہو گئے اب آپ اپنے ہنر کا مظاہرہ فرمائیے تا کہ ہماری رہائی ہو جائے۔ اگر وہ شخص بادشاہ کو نہ پہچانتا تو یقیناً سب کی گردن ماری جاتی۔ اور لوٹا ہوا مال بھی جاتا۔

(تشبیہات رومی، صفحہ 584 تا 586، ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان 1959ء)

مولانا نے اس سے یہ سبق دیا کہ اگر بندہ کو خدا شناسی حاصل ہو جائے تو تمام مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں اور اگر یہ معرفت نہ ہو تو باقی تمام ہنر اور علوم و فنون ان چوروں کے کمالات کی طرح ہلاکت کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس وقت انسان اپنے خدا کو بھول چکا ہے اور اس کے اور خدا کے درمیان ایک کدورت واقع ہو چکی ہے۔ ایک روحانی خلا پیدا ہو چکا ہے۔ اور خدا کے پیغام کی جگہ دنیاوی فلسفوں نے گھر کر لیا ہےجس کے باعث خوفناک مظالم کا ارتکاب ہوتا ہے اور انصاف کا خون ہوتا ہے اور دنیا کا امن و امان خطرہ سے دوچار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ انصاف کیا جائے۔

2۔ مکمل انصاف (Establish Absolute Justice)

یورپی اقوام کا مذہب عیسائیت تھا۔ جب یہ اقوام دنیا میں سیاسی عروج حاصل کر رہی تھیں لیکن عیسائیت دنیا کے سیاسی انتظام و انصرام کے لیے کوئی ضابطہ حیات پیش نہیں کرتی بلکہ یہ تعلیم پیش کرتی ہے کہ جو ایک گال پر تھپڑ لگائے دوسرا گال بھی آگے پیش کر دے۔ چنانچہ اس اصول کو اپنا کر کوئی ریاست اپنی بقا قائم نہیں رکھ سکتی۔ لہٰذا یورپ پھر یونانی علم و فلسفہ کی طرف پلٹا اور میکاؤلی جیسے مفکر سامنے آئے۔ میکاؤلی نے 1513ء میں اپنی مشہور تصنیف ''بادشاہ'' تحریر کی اور اس میں وہ نظریہ پیش کرتا

ہے کہ اخلاقیات کے اصولوں کی سیاسی زندگی میں کوئی جگہ نہیں چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ''جب کوئی غاصب کسی مملکت پر قبضہ کر لے تو اُسے یہ طے کرنا چاہیے کہ کون کون سے مظالم ناگزیر ہیں اسے چاہیے کہ جو ظلم کرنا ہو بس ایک دفعہ کر ڈالے تا کہ بار بار اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔''

(میکا وَلی۔ بادشاہ، صفحہ 84، مترجم ڈاکٹر محمود حسین، فکشن ہاؤس لاہور)

چنانچہ یہ تصورات بین الاقوامی سیاست میں در آئے۔ اور Situational Ethics کا اصول متعارف ہوا جس کے مطابق موقع کی مناسبت سے اخلاقی اصول وقوانین میں لچک کا مظاہرہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ملک قومیت کے تصور کی بنیاد پر استوار ہوئے۔ اور طاقتور قومیں کمزور قوموں کا استحصال کرنے لگیں۔ بین الاقوامی سیاست میں یہ ناانصافی کا رویہ مختلف اخلاقی جوازوں کے ساتھ جاری رہا۔ جنگ عظیم اوّل سے قبل Globalization کا عمل صنعتی ترقی کی وجہ سے فروغ پا رہا تھا۔ عالمی سیاست کے افق پر موجود بڑے بڑے لیڈر پُر امید نظر آتے تھے۔

ونسٹن چرچل 1908ء میں بیان دیتا ہے: ''مہذب دنیا میں اتحاد و یکجہتی کا عمل سال بہ سال اور ماہ بہ ماہ فروغ پا رہا ہے۔''

Report of the Proceeding of the International)
(Free Trade Congress London 1908

یہ بھی امام الزماں کی صداقت کا ایک عظیم نشان ہے کہ جب بڑے بڑے لیڈر پُر امید تھے کہ ہم اپنی کوششوں سے کشتی کو کنارے لگا لیں گے۔ لیکن خدا کے جری پہلوان نے علیم وخبیر خدا سے خبر پا کر 1907ء میں اعلان کیا: ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں...... اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269)

چنانچہ وہ واحد و یگانہ جو ایک مدت تک خاموش رہا اس کی غیرت جوش میں آئی اور اس انتباہ کے سات سال بعد دنیا جنگ عظیم اوّل کی لپیٹ میں آ گئی اور اس میں چالیس ملین لوگ ہلاک ہو گئے۔ اس کی وجہ قوموں کے اندر پایا جانے والا تضاد اور ناانصافی کا وہ رویّہ تھا جسے اخلاقی جواز فراہم کر دیا گیا تھا۔ تعلیم اور صنعتی ترقی کی وجہ سے عالمی تجارت فروغ پا رہی تھی اور وہ قومیں بھی اس صنعتی ترقی کی وجہ سے عالمی تجارت سے استفادہ کر رہی تھیں جن کے پاس بڑی افواج نہیں تھیں۔ لیکن وہ اقوام اور ملک جن کے پاس بڑی افواج اور جنگی فنون تھے اپنے ذاتی مفاد کے لیے اس ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانے لگیں۔ اور ان کے اندر سوشل ڈارون ازم کے نظریات کی وجہ سے یہ خیال فروغ پا گیا کہ جیسے زندگی کے ارتقاء میں بعض Species بعض Species سے بہتر ہوتی ہیں اس طرح بعض اقوام بھی بعض اقوام سے بہتر ہوتی ہیں اور ان کے حقوق زیادہ ہیں اور اس تناظر میں اس نعرہ کو بہت فروغ ملا کہ جارحیت بہترین دفاع ہے۔۔۔ This mind set helped to mold the offensive military doctrine which every European 1913.--power adopted during 1892

The Call of the Offensive :Stephen Van Evera)
and the Origin of the First World War
(International Security Summer, 1984

اس جنگی جنون اور ناانصافی کے نتیجے میں جو تباہی جنگ عظیم اوّل کی صورت میں آئی اس سے عالمی لیڈروں کے کان کھڑے ہو گئے اور مستقبل میں اس تباہی کی روک تھام کے لیے لیگ آف نیشنز کے قیام کے بارے میں سوچنے لگے۔ ظلم و جبر کی اندھیری رات میں قرآن پاک کی حسین تعلیمات مینارہ نور کی صورت ابھرتی ہیں اور امن و امان کے قیام اور بقا کی خاطر راہنمائی عطا فرماتی ہیں: ''اور اگر مومنوں میں دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

(قرآن کریم۔ سورۃ الحجرات آیت 7 صفحہ 932)

چنانچہ 1924ء میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب لندن تشریف لے جاتے ہیں۔ ستمبر 1924ء میں ان کی ملاقات کے لیے مسٹر ایلی سن اور مسٹر رین سیکرٹری لیگ آف نیشنز ریلیجن اینڈ ایتھکس آتے ہیں اور امن کی بحالی کے لیے آپ سے راہنمائی کی درخواست کرتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: ''دو صورتوں سے امن قائم ہو سکتا ہے۔ اوّل دلوں میں تبدیلی ہو۔ اگر دلوں میں تبدیلی پیدا ہو جائے تو پھر لیگ کی ضرورت

نہیں۔ دوم طاقت سے اور اس طاقت سے میرا یہ مطلب نہیں کہ لیگ ایک فوج رکھے۔ اس صورت میں لیگ خود ایک فریق بن جائے گی۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ جو قوم نقص امن کرے۔ باقی تمام اقوام اس کے خلاف اخلاقی طاقت استعمال کریں اور جب وہ مغلوب ہو جائے تو صلح کے وقت اس امر کو جو باعث تنازعہ تھا منوا دیا جاوے۔ دوسری باتوں کو مغلوب سمجھ کر پیش نہ کیا جائے۔ جیسا کہ عہد نامہ ورسیلز میں لکھا گیا۔“ (الفضل 14 اکتوبر 1924ء صفحہ 3 تا 4)

جو زیادتیاں معاہدہ ورسیلز میں روا رکھی گئیں وہ دوسری جنگ عظیم کا سبب بنی۔ اور اس خوفناک جنگ میں چالیس سے پچاس ملین لوگ ہلاک ہو گئے۔ اس جنگ میں پہلی مرتبہ ایٹمی ہتھیار استعمال ہوئے۔ جس میں پہلی مرتبہ یہ ہوا کہ وہ لوگ خوش قسمت سمجھے گئے جن کے نزدیک ایٹم گرا تھا کیونکہ ان کی جان آسانی سے نکل گئی لیکن وہ لوگ جو زیادہ فاصلے پر تھے ان کی جان جس اذیت سے نکلی کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ امن وامان کے قیام اور استحکام کے حوالے سے آج بھی بڑی طاقتوں کے رویوں میں تضاد پایا جاتا ہے۔

امام وقت نے 2012ء میں عالمی لیڈروں کو خطوط تحریر کیے اور ان کو امن وامان کے قیام کی خاطر دعوتِ فکر دی۔ آپ ایران کے صدر احمدی نژاد کو 7 مارچ 2012ء کو تحریر فرماتے ہیں:

It is undeniably true that the major powers act with double standards. Their injustices have caused restlessness and disorder to spread all across the world.

(April 201222:The Review of Religions)

یعنی یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بڑی طاقتیں دوہرے معیار کے ساتھ عمل پیرا ہوتی ہیں اور ان کی ناانصافیوں کے نتیجے میں پوری دنیا میں انتشار اور بے چینی پھیل گئی۔ بڑی طاقتوں کے رویّے میں جو تضاد پایا جاتا ہے اس دعویٰ کی تائید میں مضبوط تاریخی شہادتیں ملتی ہیں۔ آج روس کے یوکرائن پر حملے کے نتیجے میں دنیا سراپا احتجاج بنی ہوئی ہے۔ لیکن آج سے 30 سال پہلے جب روس کی پشت پناہی کے بل بوتے پر سربیا نے بوزنیا کو بدترین جارحیت کا نشانہ بنایا تو اس وقت دنیا کہاں تھی۔

چنانچہ Ed Vulliamy کالم نگار گارڈین میں سوال اٹھاتا ہے:

Ukraine matters, but so did Bosnia 30 year ago, where was the outcry then?"

کالم نگار گارڈین مزید لکھتا ہے کہ ”اس جارحیت کے نتیجے میں ایک لاکھ مسلمان ہلاک ہوگئے اور بیس لاکھ مسلمانوں کو اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا اور بدقسمتی سے یہ سب ظلم و بربریت بڑی طاقتوں اور یو این او کی ناک کے نیچے روا رکھی گئی۔ اگر آج جو حمایت یوکرائن کو حاصل ہے اس کا دسواں حصہ بھی بوزنیا کو حاصل ہوتا تو جنگ رک سکتی تھی اور ہزاروں زندگیاں بچائی جاسکتی تھیں۔ لیکن چونکہ وہ کمزور مسلمان تھے لہٰذا انہیں وہ حمایت حاصل نہ ہوسکی۔“ (The Guardian, 3 April 2022)

لہٰذا اگر انسانیت نے استحکام اور امن وترقی کی راہ پر آگے بڑھنا ہے تو اس کے لیے مکمل انصاف کی ضرورت ہے جو ہر قسم کی مذہبی اور قومی تفریق سے بالا تر ہو۔ اس کے بغیر انسانیت ترقی اور استحکام کی راہ پر آگے نہیں بڑھ سکتی۔

3۔ عالمی اتحاد (Faster Global Unity)

مکمل انصاف عالمی اتحاد کے لیے ایک بنیادی شرط ہے۔ 1914-1918ء سے قبل آٹھ میں سے پانچ بڑی طاقتوں کا تعلق یورپ سے تھا اور چھٹی روس جس کا مغربی حصہ مشرقی یورپ میں واقع تھا۔ مغرب کا عروج اس کی تہذیب کے عروج کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن ہر تہذیب کو اپنے عروج کے زمانے میں ایک دعوت ہائے مقابلہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر وہ تہذیب اس چیلنج سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ نہ ہوسکے تو پھر زوال کے سائے گہرے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک زمانے میں یونان کی شہری ریاستوں نے بڑے پیمانے پر فتوحات حاصل کیں۔ سکندر اعظم تو ہندوستان تک پہنچ گیا۔ لیکن یونان اپنی شہری ریاستوں کے تنگ حصار سے نہ نکل سکا۔ لہٰذا زوال کا شکار ہو گیا۔ اسی طرح پندرھویں صدی میں میلان فلورنس کی ریاستوں نے کامیابی حاصل کی لیکن وہ بھی وقت کے تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکیں۔ بالآخر ان کی جگہ قومی ریاستوں نے لے لی۔

چنانچہ یورپ کی قومی ریاستوں نے محیّر العقول کامیابیاں حاصل کیں لیکن اب یہ کیا وجہ ہے کہ برطانیہ کی قومی ریاست جس کی سلطنت پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا اب کبھی کبھی نکل آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صنعت کا ادارہ اپنی ذات میں عالمگیر ادارہ ہے۔ اس ادارے کو اپنی ممکنہ استعدادوں کے فروغ کے لیے ایک بہت بڑے رقبے اور جغرافیائی خطے کی ضرورت ہے۔ لیکن یورپ کی قومی ریاستوں نے (جن میں برطانیہ بھی شامل تھی جس کا رقبہ بلوچستان سے بھی کم تھا) کوشش کی کہ اس

ادارے کو اپنی قوی حدود میں قید رکھا جائے لیکن نئی شراب پرانے مشکیزوں میں بند نہیں رکھی جاسکتی۔ چنانچہ اس غیر فطری پابندی کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنگ عظیم اوّل کے بعد برطانیہ روبہ زوال ہوگیا اور ایسی ریاستیں سیاسی افق پر نمودار ہونے لگیں جو کہ وسیع وعریض رقبہ کی حامل تھیں یعنی امریکہ، روس اور چین وغیرہ۔ لیکن ایک وقت آئے گا کہ اس ادارے کو ان حدود میں بھی قائم نہیں رکھا جاسکے گا۔ چنانچہ یورپی یونین وجود میں آئی لیکن افسوس برطانیہ اپنی تاریخ کے بوجھ سے نجات حاصل نہیں کرسکا اور Brexit کی تحریک کے ذریعہ یورپی یونین سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگا۔ لیکن ایک وقت آئے گا کہ دنیا Globalization کے عمل کے بغیر استحکام حاصل نہیں کرسکے گی۔ امام وقت نے اس کی طرف دنیا کو توجہ دلائی ہے۔ آج نہیں تو کل دنیا کو اس عالمگیریت کے حصار میں آنا پڑے گا۔ جو کہ سلامتی کا حصار ہے۔ اور ترقی کی ضمانت ہے۔

4۔ نیوکلیئر ہتھیاروں کی تخفیف (Seek Nuclear Disarmament)

نیوکلیئر ہتھیاروں کی تخفیف اور ان کا اختتام انسانیت کی بقا کے لیے ناگزیر تھے۔ ایٹمی طاقتیں اپنے تحفظ کے لیے خطرے سے آگاہی کے لیے نظام قائم کیے ہوئے ہیں۔ یہ الارم سسٹم بعض اوقات غلط انتباہ بھی جاری کر دیتا ہے اور جیسا کہ NORAD کی رپورٹ کے مطابق ان رپورٹوں میں 32.4 فیصد سالانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ اس انتباہ کا جائزہ لینے اور پرکھتے وقت عام طور پر تین منٹ سے بھی کم وقت ہوتا ہے اور جوابی حملے کے لیے فیصلہ کرنے کا وقت دو منٹ سے چار منٹ کے برابر ہوتا ہے تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ کسی غلط اطلاع کے نتیجے میں ایٹمی جنگ کا آغاز ہو جائے۔ اور یہ جنگ کیا تباہی لاسکتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جو بم ہیروشیما پر گرایا گیا تھا اس کی طاقت 13 ہزار ٹن تھی اور 1980ء کی دہائی میں ایٹمی ہتھیاروں کی مجموعی طاقت 13 بلین ٹن تک پہنچ گئی جو ایک ملین ہیروشیما ایٹم بم کے برابر ہے۔ یعنی 3 ٹن TNT دنیا میں موجود ہر مرد، ہر عورت اور ہر بچے کے لیے موجود ہے۔ دنیا ایک خطرناک دوراہے پر کھڑی ہے کسی بھی غلط فہمی کے نتیجے میں شروع ہونے والی جنگ اس کرۂ ارض پر انسانی بقا کو خطرہ میں ڈال سکتی ہے۔ اگر حشرات الارض اور چیونٹیوں کو شعور حاصل ہو جائے اور وہ تاریخی شعور کی بنا پر زمین پر موجود انسان کی تاریخ کا جائزہ لینے کے قابل ہو جائیں تو انہیں زمین پر انسانی وجود کا زمانہ بہت معمولی اور غیر اہم نظر آئے گا۔ اس سے بڑا کیا المیہ ہوسکتا ہے۔ اللہ کرے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے حقیقی خالق کو پہچان لے اور خالق اور مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔ اور ان تباہی کے ہتھیاروں سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ آمین

5۔ ہتھیاروں سے منافع خوری کا خاتمہ

(Eliminate Weapon profiteering)

دنیا کے بڑے ممالک امریکہ، روس، چین کے فوجی اخراجات بلین میں ہیں۔ بڑی بڑی اسلحہ ساز کمپنیاں جن کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔ انہوں نے سال 2020ء میں 531 بلین ڈالر کے اسلحہ کی فروخت کی۔ اسلحہ کی فروخت کی پانچ بڑی کمپنیاں امریکہ میں واقعہ ہیں۔ ان کمپنیوں پر اسلحہ کی تیاری کے لیے سرمایہ کاری کتنی بڑی ہوگی اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اب جن لوگوں نے سرمایہ کاری کی ہے کیا ان کا مفاد ہوسکتا ہے کہ دنیا میں امن قائم ہو جائے۔ امریکہ تیل کی خرید پر جو ڈالر خرچ کرتا ہے وہ اسلحے کی فروخت کے ذریعے وصول کر لیتا ہے۔ لہٰذا دنیا میں جنگ و جدل کی فضا اسلحہ کی تجارت سے وابستہ بڑی بڑی کمپنیوں کے لیے سازگار ہے۔ 85-1981ء کے درمیان مشرق وسطیٰ کو دنیا کی کُل اسلحے کی فروخت کا 52.2 فیصد فروخت کیا گیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد مشرق وسطیٰ کے حالات خراب ہوگئے اور امن برباد ہو گیا۔ چنانچہ اس کو کنٹرول کرنے کے لیے ایک مضبوط سیاسی ادارے کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ سیاسی ادارہ کسی روحانی تحریک کے بغیر ناممکن ہے۔

6۔ معاشی مساوات اور غربت کا خاتمہ

(Create Economic Equity and Eradicate Poverty)

ماضی میں بڑی تہذیبیں کسی دعوت ہائے مقابلہ کا جواب دے کر وجود میں آئیں اور اس کے نتیجے میں جو انہیں ذرائع اور وسائل حاصل ہوئے انہیں اشرافیہ نے اپنے مقبروں کی تعمیر میں خرچ کر دیا۔ آج بھی انسانیت کی فلاح و بہبود زیادہ تر ریاستوں کا اوّلین مقصد نہیں ہے۔ آج بھی پاکستان جیسے ممالک میں 40 فیصد بچے خوراک کی کمی کا شکار ہیں۔ ان کی Stunted Growth ہے۔ دنیا میں 26 فیصد بچے خوراک کی کمی کا شکار ہیں۔ اس کے لیے ایک منصفانہ عالمی اقتصادی نظام کی ضرورت ہے اس کے بغیر دنیا میں حقیقی امن قائم نہیں ہوسکتا۔

7۔ اپنے ملک وقوم کی فلاح و بہبود کے لیے اپنا کردار ادا کریں

(s Own Nation’Work for the Good of One)

وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنے ملک وقوم کی فلاح و بہبود کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔

8۔ انتہاپسندی کو یکسر مسترد کیا جائے

(Reject Extremism)

اگر دنیا انصاف پر مبنی ایک عالمی نظام قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو انتہاپسندی کا بڑی حد تک خاتمہ ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کے فقدان کے باعث بعض اوقات لوگ انتہاپسندی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے دنیا میں 26 فیصد بچے خوراک کی کمی کا شکار ہیں۔ وہ جب جوان ہوں گے ان میں یہ صلاحیت بھی نہیں ہوگی کہ وہ کھرے کھوٹے کی تمیز کرسکیں۔ چنانچہ انہیں جوش دلا کر آسانی سے انتہاپسندی کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔

سرمایہ داری اور کمیونزم کے درمیان جنگ مغربی تہذیب کا اندرونی معاملہ تھا۔ لیکن جب روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو مغرب نے اس کے مقابلے کے لیے اسلامی انتہا پسندوں کو تیار کیا ان کی کتب امریکہ کے پریسوں میں شائع کی گئیں اور ان تک پہنچائی گئیں۔ ان کو اسلحہ فراہم کیا گیا۔ غربت اور افلاس کے مارے ہوئے لوگ اسلام کے نام پر اس جنگ میں ایندھن کی طرح استعمال ہوئے۔ جب بڑی طاقتوں کو اپنے مفادات حاصل ہوگئے تو ان لوگوں کو چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ دہشت گردی کا یہ زہر کینسر کی صورت میں معاشرے میں سرایت کر گیا ہے اور اب ایک عالمی خطرہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اس کے لیے تعلیم و تربیت اور اس بات کی ضرورت ہے کہ دنیا کو اسلام کی تعلیمات کا حقیقی چہرہ دکھایا جائے تاکہ یہ لوگ اسلام کی حقیقی تعلیم سے آگاہ ہوسکیں۔ اور بُرائی کو جڑھ سے اکھاڑا جاسکے۔

9۔ انسانیت کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنا

(Instill Service to Humanity)

اسلام کی بنیاد دو ستونوں پر ہے۔ تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ۔ اگر شفقت علیٰ خلق اللہ نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ تعظیم لامر اللہ بھی نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعظیم کے لیے شفقت علیٰ خلق اللہ ایک بنیادی شرط ہے۔

حقائق الفرقان میں لکھا ہے کہ:۔

جموں کا ایک رئیس بیمار تھا اس نے سب دوائیں کیں کچھ فائدہ نہ ہوا سب فقراء کو بڑا روپیہ دیا۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر ایک مسلمان فقیر سے رابطہ کیا گیا۔ انہیں روپے بھجوائے گئے۔ اور بلوایا گیا۔ لیکن انہوں نے روپے لینے سے انکار کر دیا اور جواب دیا دعا جیسی لدھیانہ میں ہوسکتی ہے ویسی کشمیر میں۔ دونوں جگہ کا خدا ایک ہے۔ ہاں ایک بات ہے اگر آپ کا رعایا سے اچھا سلوک نہیں تو اس کے افراد بددعائیں دے رہے ہوں گے۔ تو میں ایک دعا کرنے والا کیا کرسکتا ہوں۔

(حقائق الفرقان۔ جلد دوم صفحہ 508)

ان جامع نکات کے ذریعہ دنیا کو سلامتی کے راستے کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ یہ دراصل اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ ایک رنگ میں دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے۔ مشہور مؤرخ ٹائن بی نے ایک بار لکھا تھا کہ تہذیب کی کشتی تاریخ کے سمندر میں پانچ یا چھ ہزار سال کا فاصلہ طے کر کے آئی اور اب چٹانوں کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جس سے چکر کھا کر نکل آنا کشتی چلانے والے کے بس میں نہیں۔

(مطالعہ تاریخ، ٹائن بی)

اس کشتی کو چٹانوں سے بچانے کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آسمانی نوبت خانہ کے نقارے پر ضرب لگائی گئی ہے تاکہ دنیا خوفناک تباہی سے بچ جائے۔

اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے ہر ایک سچے مسلمان کا فرض ہے کہ آسمانی بادشاہت کے موسیقار کی حیثیت سے اپنے دل کا خون اس قرنا میں بھر کے اس نوبت کو اس زور سے بجائیں کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے۔ اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے۔ جو حقیقی امن وسلامتی کی ضمانت ہے۔ جس کی معرفت کے بغیر تہذیبِ انسانی کی کشتی جو خوفناک چٹانوں کی طرف بڑھ رہی ہے بچ کر نکل نہیں سکتی۔ لیکن خدا کی معرفت خدا کے رسول ﷺ پر ایمان اور اُس جاہ وجلال کے نبی ﷺ کی شناخت کے بغیر ممکن نہیں۔ ”حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰؐ ہو“

''ہوٹل''

(تحریر: رتن ناتھ سرشار)

میاں آزاد، خانہ برباد، یہاں بستر جمانے یا کسی مکان کا قبالہ لکھوانے تو آئے تھے نہیں۔ راہ راہ آئے دو تین دن رہے، چلے گئے۔ لکھنؤ کے اسٹیشن پر پہنچے تو وہ چہل پہل، وہ بھیڑ بھڑکا، وہ دھکم دھکا کہ شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ برہمن دیوتا ڈول لئے کھٹ کھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ جل ٹھنڈے، کٹورا الگ کھنک رہا ہے۔ میاں بہشتا مشک یا مشکیزہ لیے ہوئے چہل قدمی کر رہے ہیں۔ ایک سمت ساقی، دوسرا خمیرہ بھر کر گڑگڑی لئے گڑگڑا رہا ہے۔ وہ مشک بو کہ دماغ طبلہ عطار ہو جائے۔ چبوترے کے سامنے کمہار برتن چن کر بیٹھا بیچ رہا ہے۔ مٹی کے کھلونوں پر وہ جوبن کہ باہر والے بصد شوق خرید لے جاتے ہیں۔ خریداروں پر خریدار ٹوٹے پڑتے ہیں۔ پیسا پھینکا اور حقہ لیا۔ ادھر میاں بہشتا نے تازہ کر دیا اور ساقی نے چلم تیار کی، دھواں دھار اڑانے لگے۔

کھٹک نے آواز لگائی۔ گلابی میوہ شہتوت، امرس ہے آم کے رسوں کا، قلمی آم کے رسوں کا۔ فقیر محمد خان کے باغ کا سفیدہ، بنارس کا لنگڑا، چار باغ کا بمبئی رنگترے، سنگ ترے، کوئے، اناس، نارنگیاں، شریفہ، امرود، سیب جو چاہے خرید لیجئے۔ ایک طرف حلوائی کی دکان، مٹھائی کے خوان، برفی کے تھال، ورق نقرہ لگے ہوئے پستے کی ہوائیاں۔ لوہے کے چراغ لٹکے ہوئے ہیں۔ دکان جھک جھک کر رہی ہے۔ اتنے میں آواز آئی بسکٹ لے لو بسکٹ، کباب، کلیجے۔ ادھر ادھر گھومے تو ٹوپی والا سامنے آن موجود ہوا۔ دو پلی ٹوپیاں، شربتی جامدانی، چکن، مری کے کام کی کڑھی، منڈیل گول ٹوپی، نئے نئے فیشن نرالی اور انوکھی وضع کی ٹوپیاں جھڑا جھڑ دکھا رہا ہے اور گاہک پر گاہک بہ بصد شوق دام چکا رہا ہے۔ دس پانچ ہاتھوں ہاتھ بک گئیں۔ دور دور تک مسافر بستر جمائے کوئی زین پوش، کوئی دری بچھائے، ریل کی راہ تک رہا ہے۔ کوئی گنوار اکڑوں بیٹھا اناپ شناپ بک رہا ہے۔ میاں آزاد اپنے دل میں سوچے کہ اللہ اللہ ریل کا اسٹیشن کیا ہے۔ خاصا میلہ ہے، کچھ ٹھکانا ہے۔ یہ بھیڑ، یہ دھوم، یہ رونق، بھئی واہ رے لکھنؤ، واللہ ایسا اسٹیشن بھی نہیں دیکھا۔

میاں آزاد ٹہلتے ہوئے اسٹیشن کے اندر گئے۔ ہوٹل دیکھا تو باچھیں کھل اٹھیں ہو بہو کیا صاف وشفاف ہے۔ ہر شے قرینے سے چنی ہوئی، در و دیوار سے صفائی برس رہی ہے۔ ہر سمت نور کا عالم ہے۔ اس سرے سے اس سرے تک میز اور اس کے ارد گرد کرسیاں۔ گلاس چنے ہوئے۔ لیمپ اور کنول ہر طرف روشن ہیں۔ میاں آزاد بھی کرسی پر جا کر ڈٹ گئے، کھانا لاؤ مگر شراب کا لگاؤ نہ ہو اور لحم خوک قریب نہ آنے پائے۔ ایک چپراسی صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے چوبداروں کی سی پگڑی باندھے ہوئے سامنے آن کھڑا ہوا۔ حضور شراب تو نہ ہوگی مگر اور کیا آپ نے حکم دیا۔ میاں آزاد نے کہا لحم خوک (آہستہ سے) یعنی سور کا گوشت نہ ہو۔ (چپراسی) نا حضور کیا مجال۔ یہ کہہ کر چپراسی نہایت ہی قیمتی بیش بہا پلیٹوں میں طرح طرح کا انگریزی کھانا لایا۔ میاں آزاد نے چھری کانٹے سے خوب مزے سے چکھا اور سوڈا واٹر اور لیمونیڈ پیا اور باہر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ میاں خوجی بستر جمائے ہوئے پراٹھے اور کباب کلیجے چکھ رہے ہیں۔ آزاد واہ استاد تم تو خوب مزے سے کباب اڑا رہے ہو۔ خوجی پھر کوئی شراب اڑائے، کوئی کباب کھائے۔ آزاد ایں! شراب! لاحول ولاقوۃ۔ اے میاں شراب کس نے منہ سے لگائی، یہ کس کی شامت آئی۔ یہاں دختر رز سے واسطہ ہی نہیں رکھتے، بنت العنب کے عاشق دلدادہ کوئی اور ہی ہوں گے۔ کردم زشراب ناب توبہ۔ خوجی اور آگے تو کہے، کردم زشراب ناب توبہ۔ اور آگے، وز کردہ ناصواب توبہ۔ آزاد قسم قرآن کی کس مردک نے شراب کا ایک قطرہ بھی چھوا ہو۔ شراب پی ہو تو سور ہی کا گوشت کھایا ہو! خوجی (مسکرا کر) تسلیم ایک نہ شد دو شد۔ آپ نے سور کا گوشت بھلا کب چھوڑا ہوگا۔ واللہ مانتا ہوں۔ کہنے لگے شراب پی ہو تو سور کا گوشت کھایا ہو۔ معقول! یہ تو آپ تب کہیں جب اس کو حرام یا مکروہ بھی سمجھیں۔ آپ دونوں کو حلال اور ان کے استعمال کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ یار آج تو تم نے غضب ہی کر دیا۔ آزاد ارے بھئی، آخر کیا کیا، کچھ کہو گے بھی یا ملاحی سنائے جاؤ گے۔ سبحان اللہ، قسم لو جو ہم نے شراب کو ہاتھ بھی لگایا ہو یا سور کے گوشت کی صورت بھی دیکھی ہو۔ خوجی ہاں یہ آپ نے خوب کہی کہ سور کے گوشت کی صورت نہیں دیکھی ہوگی مگر یار مزہ تو خوب چکھا ہوگا اور شراب کو ہاتھ آپ کیوں لگاتے، گلے لگائی ہوگی، گلے! اور آپ کی قسم کا کس مردود کو اعتبار ہے۔ قسم کو تو آپ مانتے ہی نہیں۔ مجھے آج تک یہی نہیں معلوم ہوا کہ آپ کا دین ایمان

کیا ہے۔تمہارا تو بابا آدم ہی نرالا ہے۔ خیر جی اپنی اپنی سب بھگت لیں گے، ہم کو اس بکھیڑے سے کیا واسطہ۔آزاد نہ ہاری مانتے ہو نہ جیتی۔خوجی مانیں کیا خاک۔ مانیں کیا، ہم نے اپنی آنکھوں دیکھا چھری کانٹا کھٹا کھٹ چل رہا ہے۔آزاد تو بھائی چھری کانٹے سے کوئی شراب پیتا ہے۔خوجی ہم کیا جانیں، ہماری جانے جوتی کہ شراب کیوں کر پیتے ہیں۔ یہ کسی اپنے ایسے مے گسار بادہ خوار سے تحقیقات کیجئے۔ افسوس، واللہ بس تم گئے گزرے۔ ہائے ستم خیر مضیٰ ما مضیٰ۔آزاد آپ ایک کام کیجئے ہوٹل میں جا کر۔خوجی اے لاحول۔اے لاحول۔ خدا ایسی جگہ کسی سچے اور پکے مسلمان کو نہ لے جائے۔توبہ توبہ (اپنے کان پکڑ کر) خداوند بچائیو۔گنہگار بندہ ہوں۔ارے توبہ۔ہوٹل میں اور ہم جائیں۔لاحول و لاقوۃ، بس آپ کی کو مبارک رہے قبلہ، بندہ درگزرا۔میاں آزاد ٹہلنے لگے اور خوجی نے کباب اور کلچوں پر خوب ہتھے لگائے۔جب صفاچٹ کر چکے تو حلوائی کی دکان سے برفی لائے اور افیون کے نشے میں ٹونگارنے لگے تو اتنے میں ایک صاحب باریش دراز ایک مشت و پنجاہ انگشت نے میاں آزاد کو مخاطب کر کے کہا کہ کیوں حضرت آپ کا اسم مبارک۔ یہ بولے میاں آزاد۔وہ مسکرائے اور کہا ہاں واللہ۔ آپ کے قد و قامت اور وضع قطع پر یہ نام موزوں ہے۔آزادی اور آزادہ روی صورت سے برستی ہے۔ملت کیا ہے؟ آزاد نے کہا، از مذہبم مپرس نہ مومن نہ کافرمن رسم ایں دیار ندانم مسافرمضرت بندہ مسلمان ہے اور مسلم ایمان ہے۔ پابند شرع۔آپ کا اسم شریف جناب مولوی صاحب۔مولوی صاحب اسم شریف تو چھپر پر رکھئے، اس وقت مجھے افسوس کرنے دیجئے۔آزاد بسم اللہ آپ افسوس کر لیجئے بلکہ رو دیجئے مگر سنیئے تو سہی۔ محرم الحرام کے دن قریب ہیں، خوب پیٹ بھر کر رو لیجئیگا۔ایسی بے تابی کیا ہے۔مولوی صاحب آپ مسلمان اور پابند شرع اپنے آپ کو بتاتے ہیں اور ہوٹل میں جا کر شراب خانہ استعمال میں لاتے ہیں۔ عیاذاً باللہ۔مردخدا، آخر انجام کی بھی فکر ہے یا سگ دنیا ہی بنے رہو گے۔آزاد قبلہ بس اب کیا کہوں بجز سکوت کے اور کوئی کلمہ زبان پر نہیں آنے پاتا۔لاحول و لاقوۃ۔مولوی صاحب بے ادبی معاف۔ لاحول تو آپ اپنے ہی اوپر پڑھتے ہیں۔آپ سے حرکت شیطانی ہی ایسی ہوئی مگر بحمد اللہ کہ آپ کا نفس لوامہ آپ کو ملامت تو کرتا ہے۔آزاد مولانا خدا کی قسم۔میں نے ہوٹل میں صرف کھانا کھایا مگر وہ اغذیہ جو شرع کی رو سے حرام نہیں۔پس نظر انصاف سے دیکھئے تو اس میں قباحت ہی کیا ہے۔آخر روم میں بھی تو صغیر و کبیر اور بڑے بڑے علماء تحریر عیسائیوں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔پھر یہاں ہندوستان کے مسلمان اس کو داخل گناہ کیوں سمجھنے لگے۔ **میں نے کیا کفر کیا کہ مردود اور مطرود اور زندیق اور ملحد اور مرتد بنایا جاتا ہوں۔** مولوی صاحب مجھ سے سنیئے میں عرض کروں نا، ہوٹل میں جانا اہل اسلام کے لئے مستحسن نہیں۔ جو کھانا آپ نے ہوٹل میں چکھا ہے۔اگر باہر منگوا کر اور فرش بچھوا کر چکھتے تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔گو یہ بھی معیوب تھا مگر اس درجہ نہیں، پھر آپ لاکھ قسمیں کھایئے۔یقین کس ملعون کو آئے گا کہ آپ نے شراب نہیں پی یا سور کا گوشت نہیں کھایا۔کاجل کی کوٹھی میں جو جائیگا، وہ منہ کالا کر کے آئیگا۔کوئلوں کی دلالی میں ہاتھ کالے ہی ہوتے ہیں۔رومی لاکھ عیسائیوں کے ساتھ لقمے لگائیں اور بے تکلفی سے کھائیں، ہم کو تو ایسا نہ چاہئے۔ ہمارے رسوم کے خلاف ہے۔آپ کو روم میں رہنا ہے یا ہندوستان میں۔روم کی بات روم کے ساتھ ہے، ہندوستان اور ہندوستانیوں کے خیالات کا تذکرہ ہے یا روم اور رومیوں کی عادات کا۔آخر باہر بھی تو کباب کلچے، شیرمال، پراٹھے، باقرخانی، روغنی روٹی بسکٹ سب ہی کچھ بکتا ہے، پھر وہاں کھانے میں کون سی بہتری تھی۔ مفت میں اپنے آپ کو نکو بنانا اور ہنسوانا کون سی دانائی ہے۔آزاد حضرت وہاں اول تو کھانا عمدہ اور لذیذ۔دوسرے مقام صاف وشفاف۔جس لطف سے ہم نے وہاں کھانا کھایا، وہ یہاں کجا، قلی کھڑا، صاف ستھرا پنکھا جھل رہا ہے۔پلیٹیں صاف، میز شفاف، چار چار چپراسی خدمت کے لئے کھڑے ہیں۔ یہاں یہ باتیں کجا، لاحول ولاقوۃ۔

مولوی صاحب کھانا عمدہ تو آپ سمجھتے ہوں گے۔باقی رہا پنکھا ایک پیسہ دے دیجئے، گھنٹہ بھر پنکھا جھلوا لیجئے اور صفائی کو مسافرت سے کیا کام۔سوائے ازیں یہاں بھی کوئی غلیظ شئے نہیں ہے۔ یوں وحشت کی بات ہی کچھ اور ہے۔خیر حضرت آپ جانیں آپ کا کام جانے، نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند جوانان سعادت مند پند پیر دانا را مانو یا نہ مانو، اس سے یہاں غرض نہیں۔ ماننا نہ آپ کے ہاتھ ہے، ہم نے کہہ دیا۔ میاں آزاد نے اپنے دل میں سوچا کہ آج سے ایسی حماقت نہ کریں گے کہ ڈنکے کی چوٹ پر ہوٹل میں جائیں اور مفت میں اپنے آپ کو ہنسوائیں۔ یوں تو ہمیں اختیار ہے کہ چاہے ہوٹل میں جائیں یا جو کھائیں مگر خاموشی کے ساتھ۔یہ نہیں اسٹیشن بھر میں گھومتے پھریں کہ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں۔خوجی کیوں بھلا خیر۔ایک ہمیں کو آپ الو بناتے تھے۔اب تو ایک مولوی صاحب نے آپ کو قائل کر دیا۔ہات تیرے کی اور ہوٹل میں کھاؤ۔-------------

☆☆☆

”نینو ٹیکنالوجی کی حیرت ناک دنیا“

نینوٹیکنالوجی میں ہونے والی پیش رفت کی وجہ سے مشینوں کو مختصر کرنے کا عمل بہت تیز ہوتا جا رہا ہے۔آپ کے ہاتھ میں موجود موبائل فون بھی دراصل اسی ٹیکنالوجی کا مرہون منت ہے۔اور اب اسی ٹیکنالوجی کی وجہ سے میڈیسن کی دنیا میں انقلاب برپا کر دینے والی مشینوں کی آمد آمد ہے "Fantastic Voyage" نامی سائنس فکشن مووی، جو 1966 میں ریلیز ہوئی، میں کچھ سائنسدان خون کے سرخ خلیوں کی حد تک مختصر ہو جاتے ہیں اور پھر وہ خون کی روانی میں شامل ہو کر مریض کے دماغ تک پہنچ جاتے ہیں اور جسم کے اندر موجود خطرات کا تدارک کرتے ہیں۔ یہ تصور اب حقیقت بن چکا ہے یعنی اب خون میں ننھی مشین جیسے مائکرو راکٹ بھی کہہ سکتے ہیں، سفر کریں گے۔نینوٹیکنالوجی کا ایک اہم مقصد ایسے مالیکیولر شکاری تیار کرنا ہے جو کینسر کے خلیات تک پہنچ کر انھیں ختم کر سکیں۔ جو خواب "Fantastic Voyage" میں دیکھا گیا، اس کی اولین تعبیر 1992 میں پیش کی گئی جب یونیورسٹی آف بوفیلو کے جیروم چینٹنگ نے ایک ذہین گولی (smart pill) تیار کی۔ یہ دراصل گولی کی شکل کی ڈیوائس تھی جسے نگلا جا سکتا تھا۔اسے باہر سے ٹریک بھی کیا جا سکتا تھا۔ پھر اسے کسی مخصوص مقام پر دوا خارج کرنے کی ہدایات بھی دی جا سکتی تھیں۔ایسی سمارٹ پلز بھی تیار کی گئیں جو ٹی وی کیمرے پر مشتمل تھیں تاکہ جسم کے اندر معدے اور انتڑیوں کی تصویر کشی بھی کی جا سکے۔اس طرح جسم کے اندر ٹیومرز کو تلاش کر سکتی تھیں۔ مستقبل میں ایسی سمارٹ پلز کے ذریعے ہلکی پھلکی سرجری بھی کی جا سکے گی اور جلد کی چیر پھاڑ کئے بغیر ہی، اندرونی سرجری کو ممکن بنایا جا سکے گا۔

چند ماہ قبل ایک امریکی ادارے نے سمارٹ پِل کی مارکیٹ میں طلب اور رسائی پر ایک رپورٹ شائع کی۔اس وقت سمارٹ میڈیسن کی مارکیٹ ویلیو ایک ہزار ملین ڈالر کے قریب ہے جبکہ 2027 تک اس کی مارکیٹ 1700 ملین ڈالر تک پہنچ جائے گی۔اس ذہین گولی سے بھی چھوٹی ڈیوائس نینو پارٹیکل ہے، یعنی ایک ایسا مالیکیول جو کسی مخصوص ٹارگٹ پر کینسر کے خلاف لڑنے والی دوا پہنچا سکے۔ یہ ڈیوائس کینسر کے علاج میں انقلاب برپا کر دے گی۔اس نینو پارٹیکل کو مالیکیولر سمارٹ بموں یا راکٹ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو کسی مخصوص مقام پر کیمیائی مواد پھینک سکیں۔اس طریقے میں دیگر صحت مند خلیوں کو نقصان پہنچنے کا امکان بہت کم ہے۔

کیموتھراپی میں پورے جسم کو خطرناک زہریلے مرکبات (toxins) سے دھویا جاتا ہے جو کینسر کے خلیات کے ساتھ ساتھ عام خلیات کو بھی خاصا نقصان پہنچاتے ہیں۔ نیز اس کی وجہ سے بالوں کا گرنا، گھن آنا، جسمانی کمزوری اور جلد کے انفیکشن سمیت کئی سائیڈ ایفیکٹس کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔کئی مریض کینسر کی بجائے، کیموتھراپی کی اذیت سے ہی مر جاتے ہیں۔ نینو پاٹیکلز کی بدولت یہ سب کچھ تبدیل ہو کر رہ جائے گا۔اس میں کیموتھراپی کی ادویات کیپسول نما مالیکیولز میں رکھی جائیں گی۔ پھر انھیں خون کے بہاؤ میں شامل کیا جائے گا۔ یہ پارٹیکلز جب اپنی منزل پر پہنچیں گے تو وہاں دوا کو خارج کر دیں گے۔اس نینو پارٹیکلز کی اصل خوبی ان کی جسامت ہے۔ یہ محض 10 سے 100 نینومیٹر کی جسمات کے حامل ہوں گے اور خون کے خلیے کے اندر داخل نہیں ہو سکیں گے۔اس طرح یہ خون کے عام خلیات کے ساتھ بے ضرر انداز سے ٹکراتے پھریں گے۔ چونکہ کینسر کے خلیات ذرا مختلف ہوتے ہیں اور ان کی دیواریں بڑے اور بھدے مساموں کے ساتھ چھیدی ہوئی ہوتی ہیں۔اس طرح یہ نینو پارٹیکلز کینسر کے ان خلیات کے اندر بآسانی داخل ہو سکیں گے اور وہاں مطلوبہ دوا پہنچا سکیں گے۔ ڈاکٹر حضرات کو ان کینسر زدہ خلیات تک مطلوبہ دوا پہنچانے کے لئے کسی پیچیدہ مددگار نظام کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ان نینو پارٹیکلز کی اور خوبی یہ ہوگی کہ ان کی وجہ سے کسی قسم کے ضمنی اثرات پیدا نہیں ہوں گے۔

نیز ان کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ان کی تیاری کے لئے کسی پیچیدہ فیکٹری اور کیمیکل پلانٹ کی ضرورت نہیں ہے۔مختلف کیمیکلز کو ایک مناب تناسب کیساتھ آپس میں مکس کیا جاتا ہے اور نینو پارٹیکلز تیار ہو جاتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ چونکہ انھیں تیار کرنے کے لئے کسی خاص پیچیدگی کی ضرورت نہیں ہے اس لیے انھیں کلوگرام کے حساب سے آسانی سے تیار کیا جا سکتا ہے۔ان پارٹیکلز کو چوہوں میں پراسٹیٹ، چھاتی اور پھیپھڑوں کے کینسر کے لئے استعمال کرنے کی اجازت مل چکی ہے۔ ماہرین ای ننھی مقناطیسی پلیٹیں (magnetic disks) بھی بنا رہے ہیں جو بہت تیزی سے تھرتھرا سکیں۔ جب ان پلیٹوں کو کینسر کے خلیات تک پہنچا لیا جائے تو (جسم کے باہر سے) ان پر ایک مقناطیسی میدان گزارا جاتا ہے جو انھیں تھرتھرانے پر مجبور کر دیتا ہے۔اس طرح کینسر کے خلیات کی دیواروں کو چیر پھاڑ کر انھیں ختم کیا جا سکتا ہے۔ابتدائی تجربات بتاتے ہیں کہ محض 10 منٹ کی تھرتھراہٹ نے 90% کینسر زدہ خلیات کو تباہ کر دیا۔اسی طرح کچھ ایسے دھاتی نینو پارٹیکلز بھی بنائے جا رہے ہیں جو کسی مخصوص فریکوئنسی پر گرم ہو جاتے ہیں۔اس طرح یہ رسولی کے خلیات کو گرم کر کے انھیں ختم کر سکتے ہیں۔ یہ دھاتی نینو پارٹیکلز جتنی زیادہ حرارت پیدا کریں گے، کینسر کے خلیے اتنی ہی تیزی سے ختم ہوں گے۔

(”خون میں دوڑتی ننھی مشینیں کیا ہیں؟“ از ملک محمد شاہد۔ بشکریہ الف یار ۸ جون ۲۰۲۲ء)

کسی کو نہ بتانا!!

(تحریر: بشریٰ حفیظ صاحبہ۔ایڈمینٹن کینیڈا)

ماں باپ اپنی بیٹیوں کی بہتری کے لیے ہر زمانے میں شاید ایک طرح سے ہی سوچتے تھے اور سوچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی ذات کے بعد اگر کوئی ستاری کی چادر میں ہمیں ڈھانپ لیتا ہے تو وہ ماں باپ ہوتے ہیں۔لیکن ان کی شدید محبتوں کا احساس اکثر اولاد کو ان کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ہوتا ہے۔

پاکستان میں متوسط طبقے کے لوگوں کے گھر اس طرح بنے ہوتے ہیں کہ ان کے صحن کی دیواریں ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہیں۔کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ گھروں کی درمیانی دیوار ایک ہے لیکن ایک کی گلی دائیں طرف ہے اور دوسرے کی بائیں طرف۔ میں بھی ایسے ھی لوگوں میں سے ایک ھوں، جہاں اکثر گھروں کی مائیں اور بچیاں دو چار اینٹوں کے چبوترے پر چڑھ کر اور ذراسی گردن اوپر کر کے جب گھر کے مرد کام پر چلے جاتے تو بات چیت کر لیا کرتی تھیں۔ باہر جانے والے دروازے کی بجائے پس دیوار ہی کھانے کی ترکیب پوچھ لی جاتی۔کبھی کسی نے کوئی اچھا کھانا پکایا ہے تو ڈش میں ڈال ڈھانک کر دیوار پر رکھ کر ایک اینٹ کھڑکا دی جاتی تا کہ دوسری طرف کی ہمسائی بہن اکر اٹھالے۔

ویسے تو اینٹ سے اینٹ بجانے کا محاورہ کسی کی شکست کے لیے بولا جاتا ہے لیکن یہاں ہم لوگ ہمسایہ کے ساتھ خلوص محبت رکھتے ہوئے اینٹ سے اینٹ بجا کر بلایا کرتے تھے۔

شادی کے بعد میں ملک سے باہر چلی گئی کچھ عرصے بعد اپنے ماں باپ کو ملنے واپس آئی تو وہ گھر جو سات بچوں سے ہر وقت پر رونق رہتا تھا وہاں اب صرف ماں باپ تھے۔ابا جی حسب دستور اپنے دفتری کاموں میں سدا سے مصروف۔ امی پرانے سویٹر ادھیڑ کر ہر سال ان پر نیا ڈیزائن بنا کر اپنے آپ کو مصروف رکھ رہی تھیں۔اللہ میری ماں کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے شروع سے ہی بہت محنتی اور گھر کے کام اپنے ہاتھ سے ھی کر کے خوش رہتی تھیں۔ پہلے تو بیٹیاں تھیں جو ہر وقت ان کا ہاتھ بٹاتیں۔لیکن اب وہ اکیلی تھیں۔ایک دن میں نے کہا امی جی گھر کی جھاڑ پونچھ کے لئے ایک عورت رکھ لیں۔ اب آپ کی صحت پہلے جیسی نہیں ہے۔امی جی نے حسب عادت کہا "اب تو ہم دو بندے ہیں کام ہی کتنا ہے۔" بہر حال میرے اصرار پر اسی پرانی کام کرنے والی غفورن کو واپس بلایا۔ یہ اماں غفورن ہمارے گھر میں ہر شادی بیاہ کے موقع پر ایک دو مہینے صبح سے شام تک رہا کرتی تھی۔اماں غفورن نے کہا "میں تو اب بوڑھی ہوگئی ہوں،ہاں میری بیٹی شانو آ کر مدد کر دیا کرے گی"۔شانو ہمارے دائیں طرف کی ہمسائی راضیہ اور ہمارے پچھواڑے رہنے والے میاں جی کے گھر کام کرنے کے علاوہ اگلی پچھلی گلیوں کے اور بھی گھروں میں کام کرتی تھی۔

ایک دن میں اور راضیہ اپنے اپنے چبوتروں پر کھڑی ذرا،ذراسی گردنیں دیوار سے اوپر کر کے باتیں کر رہی تھیں۔تو میں نے ایک بات نوٹ کی کہ راضیہ ذرا ا یکسا ئٹڈ سی ہو رہی ہے۔جیسے کوئی بات کہنا بھی چاہتی ہے اور کہہ نہیں پاتی۔ میں نے پوچھا "راضی خیر تو ہے؟ اس نے کہا" دیوار پر سے نہیں گھر آؤ تو بتاؤں گی ." میں نے امی جی سے کہا میں ساتھ والی ہمسائی راضیہ کی طرف جا رہی ہوں۔اور جھٹ سے اس کا دروازہ جا کھٹکھٹایا۔ مجھے کمرے میں بٹھا کر وہ پانی لینے چلی گئی۔ایک دو باتوں کے بعد میں نے پوچھا "راضی کیا کوئی خاص بات ہے, گھر میں سب خیریت تو ہے؟" وہ مسکرا کر کہنے لگیں " فکر کی تو کوئی بات نہیں ہے تمہیں پتا ہے کہ یہ جو عورتیں ہمارے گھروں میں کام کرتی ہیں بس ان سے کام تک ہی بات رکھنی چاہیے ." میں نے کہا شانو تو کافی عرصہ سے اس محلے کے گھروں میں کام کر رہی ہے اور اچھی عورت ہے کیا اس نے کچھ کیا ہے؟ راضیہ کہنے لگی "یہ جو تمہارے گھر کی دیوار کے پچھلی طرف میاں جی ان کی بیوی اور بیٹی رہتے ہیں ان کے متعلق بات کر رہی تھی۔ ." میں نے کہا بہت اچھے لوگ ہیں مجھے پتا ہے ان کی ایک بیٹی کی ابھی

شادی نہیں ہوئی لیکن میں اسے جانتی ہوں وہ بھی بہت اچھی لڑکی ہے۔

راضیہ کہنے لگی "ایک دن شانو میاں جی کے گھر کام کرنے کے بعد میرے گھر آئی تو بڑے غصے میں تھی میں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے کیا کسی سے لڑ کر آ رہی ہو؟" کہنے لگی "راضیہ بی بی پہلے وعدہ کرو کہ تم یہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گی ."راضیہ کہنے لگی" سعدی سچ پوچھو میں تو ڈر گئی اللہ جانے کیا اس کے ساتھ ہوا ہے۔ میں نے کہا شانو فکر نہ کرو تمہیں پتا ہے کہ میں ادھر کی بات ادھر نہیں کرتی۔تو پھر شانو میرے پاس پیڑھی پر بیٹھ گئی اور اپنے دوپٹے کو مڑوڑتے ہوئے کہنے لگی "باجی آپ کو پتہ ہے نہ کہ میاں جی کی بیٹی کوثر، نہ اس کی شکل نہ عقل لیکن سمجھتی اپنے آپ کو جیسے آسمان کی حور ہے۔اور غصہ ایسا کہ اللہ پناہ! میں ان کے گھر کام کرنے گئی گیارہ بجے تو اس کا ناشتہ ہو رہا تھا۔ چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں تھا، میں برتن سمیٹ رہی تھی کہ بے خیالی میں میرا ہاتھ اس کے کپ کو لگا اور چائے گر گئی۔بس پھر کیا تھا۔میرے اوپر چیخنے لگی اور ایک تھپڑ بھی میرے منہ پر دے مارا۔راضیہ بی بی میں کہتی رہی کہ غلطی سے ہاتھ لگ کر چائے گر گئی ہے وہ مجھے معاف کر دے۔لیکن جب اس نے تھپڑ مارا تو پھر مجھے بھی غصہ آ گیا اس کی ماں خالہ نفیسہ بھی آ گئی میں نے ان کو کہہ دیا کہ آج سے میں ان کے گھر کام نہیں کر رہی۔ انہوں نے بھی کوثر کو میرے پر ہاتھ اٹھانے پر ڈانٹا۔

میاں جی صحن میں اخبار پڑھ رہے تھے۔شور سن کر وہ بھی آ گئے۔ساری بات سنی تو کوثر کو ڈانٹ پلا کر دوسرے کمرے میں بھیج دیا۔خالہ نفیسہ خود مجھ سے معزرت کرتی رہی۔خیر میں نے ان کے گھر کی صفائی اور برتن وغیرہ صاف کر دئے،اور راضیہ بی بی تمہارے گھر جانے لگی تو میاں جی میرے پاس آئے اور کہنے لگے "شانو تم ناراض ہو کر ہمارے گھر سے نہ جاؤ۔کوثر بچی ہے ہاں غصے کی ذرا تیز ہے لیکن یہ بات کسی کو نہ بتانا دیکھو نہ اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی اس کی غصے والی عادت کی بات کسی کو پتہ چلے گی تو رشتہ میں مشکل پیدا ہو سکتی ہے۔یہ پانچ روپے رکھ لو اور بات کو بھول جاؤ" اور شانو نے جھٹ سے پانچ روپے اپنے دوپٹے کے ایک کونے میں باندھتے ہوئے کہا "میاں جی! آپ فکر ہی نہ کریں اپنی بچی ہے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔میں بھلا کسی سے کیوں کہنے لگی ."(اس زمانے میں پانچ روپے کی کچھ وقعت ہوا کرتی تھی)

شانو نے یہ سارا قصہ راضیہ کو سنا کر ساتھ ہی اس سے وعدہ لیا" کہ راضیہ بی بی آگے کسی سے نہ کہنا" راضیہ نے کہا ہاں تم فکر ہی نہ کرو بھلا میں کیوں یہ کسی سے کہنے لگی ."اور شانو اگلے گھر میں کام کرنے چلے گی۔

چند دنوں بعد شانو جب کام ختم کر کے میاں جی کے گھر سے جانے لگی تو دروازے پر میاں جی نے اس کو روک لیا اور آہستگی سے پوچھا" شانو تم نے وہ بات تو کسی سے نہیں کہی؟" شانو نے انجان بن کر پوچھا "میاں جی کس بات کا آپ ذکر کر رہے ہیں؟" میاں جی نے کہا "وہی کوثر والی بات ". شانو نے کہا "اوہ اچھا اچھا کوثر بی بی والی بات ."میاں جی نے جلدی سے جیب سے پانچ روپے کا نوٹ نکالا اور اسے دیتے ہوئے کہا شانو دیکھو محلے میں کسی سے کوثر کے غصے کی بات نہ کرنا تم جانتی ہو نا کہ اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی رشتے میں مشکل پیدا ہو سکتی ہے۔" شانو نے میاں جی کو بڑے زوردار لفظوں میں تسلی دیتے ہوئے کہا "ہاں میاں جی میری طرف سے پوری تسلی رکھیں کبھی یہ بات میری زبان سے باہر نہیں نکلے گی ."

چند دنوں کے بعد میاں جی نے شانو کو پھر پانچ روپے دیتے ہوئے یاد دہانی کروائی کہ "شانو تمہیں میری بات یاد ہے نا ."اور شانو نے پانچ روپے جھٹ سے اپنے ڈوپٹے کے کونے میں باندھتے ہوئے میاں جی کو پوری پوری تسلی دلائی کہ وہ تو یہ بات خود بھول چکی ہے کسی سے کیوں کہے گی۔لیکن یہ سارے واقعات ان کے گھر سے نکلتے ہی جب وہ راضیہ کے گھر آتی تو اس کو سنانے بیٹھ جاتی۔ساتھ ہی راضیہ سے وعدہ ضرور لیتی کہ "دیکھو راضیہ بی بی آگے کسی کو نہ بتانا میں نے بیچارے میاں جی کو پکا وعدہ دیا ہے ."

اور مجھے لگتا ہے کہ شانو نے ہر اس بی بی سے بات کی ہو گی جن کے گھروں میں وہ کام کرتی تھی اور ساتھ ہی وعدہ لینا نہ بھولتی " کہ بی بی یہ بات آگے کسی کو نہ بتانا میں نے میاں جی کو وعدہ دیا ھے "!!!

☆☆☆

”توہین مذہب قانون اور پاکستان جنت نظیر باغ“

(بقایا حصہ: صفحہ 12)

رحمتہ للعالمین اتھارٹی ڈاکٹر انیس احمد کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ ”اتھارٹی ممبران نے خصوصی قرارداد کے ذریعے واقعے پر اظہارِ افسوس کیا۔انہوں نے کہا کہ احاطہ حرمِ نبوی شریف کے مقام پر حالیہ واقعہ باعثِ ندامت ہے، واقعے میں ملوث تمام لوگوں کو اللہ کے حضور معافی اور توبہ کرنا چاہیے۔ڈاکٹر انیس احمد نے کہا کہ کسی بھی مسلمان کو ایسی حرکت پر اپنی آخرت بچانے کے لیے اللہ کے حضور معافی کا خواستگار رہنا چاہیے۔“

معزز قارئین! بے شرمی اور بے غیرتی کی انتہا ہے کہ آسیہ بی بی نے ناکردہ گناہ کی سزا دس سال بھگتی تھی،اوران کے لیے صرف اللہ سے معافی۔مثال کو کارل مارکس کی تصویر لگانے پر قتل کردیا گیا،اوران کے لیے صرف اللہ سے معافی۔پروفیسر یونس نے توہین مذہب کیس میں تین برس جیل میں ناکردہ گناہ کی سزا بھگتی ،اوران کے لیے صرف اللہ سے معافی۔پرنتھیا کمارا کو اسٹیکر اتارنے کا کہنے پر تشدد کرکے قتل کرنے کے بعد لاش کو جلا دیا گیا اور راکھ پر بھی جوتے برسائے گئے۔اوران کے لیے صرف اللہ سے معافی۔

معزز قارئین: حقیقت یہ ہے کہ ایسے تمام قوانین کا خاتمہ ہی وطن عزیز کے تمام مسائل کا حل ہے۔اگر نام نہاد مولویوں کے ہاتھوں سے وہ کلہاڑا جو انہیں ریاست نے توہین مذہب قانون کی صورت میں مہیا کیا ہے چھین لیا جائے تو یہ جنونی، قاتل اور فسادی مذہبی طبقہ کینچوے سے بھی زیادہ کمزور ہوکر دم توڑنے لگے گا۔توہین مذہب کی ذیل میں آنے والے قوانین نے بہادر، زندہ دل، پر امن ، سچے ،کھرے پاکستانیوں کو تقسیم در تقسیم کر دیا ہے اور پر تشدد بنا دیا ہے۔آتشِ مذہبی منافرت نے ساری قوم کو جھلسا دیا ہے، بے گناہ مارے جانے والوں کے عزیز واقارب اور ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتنے والوں کی بددعائیں رنگ دکھا رہی ہیں،کم از کم ایک کروڑ پاکستانی بیرون ملک آباد ہو گئے ہیں، مثبت مباحثوں کا گلا گھٹ گیا ہے،جھوٹ عام ہوگیا ہے،ساری قوم منافقت جیسی گندگی سے لتھڑ گئی ہے،نام نہاد مذہبی طبقہ کے کفر کے فتووں نے پاکستان کو کافرستان بنا دیا ہے،ستانوے فیصد مسلمان ہونے کے باوجود سرکاری، سیاسی اور فوجی نوکری کے لیے مسلمانوں کو حلفیہ بیان دینا پڑتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں،تین طرح کے عدالتی نظاموں کے شکنجے میں جکڑا انصاف تڑپ رہا ہے،قرضوں کے بوجھ نے اسلامی جمہوریہ کو کبڑا کر دیا ہے،سارا ملک کرپشن کو جائز اور رزق حلال سمجھنے لگا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اے ریاست پاکستان کے سیاسی ،فوجی فنکارو! سر جوڑلو اور اس توہین مذہب قانون کو توڑ دو۔اسی میں تمہاری، اسلام،عوام اور پاکستان کی بھلائی ہے۔اے دانشورو! گونگی شرافت کا بت توڑ دو۔اٹھو اپنی تحریروں اور تقریروں سے ملائیت کا پردہ چاک کر کے قوم کے چہرے پر اجالے بکھیر دو۔اے منصفو! ظلم کے مقابل سیسہ پلائی دیوار بن کر ہر ظالم کو سزا دو، ناانصافی کو دفن کردو اور بے خوف ہوکر انصاف کا پرچم اٹھا لو۔اے اشرافیہ کہلانے والو! خواب غفلت سے جاگو اس بدقسمت قوم کی ڈوبتی کشتی کے پتوار بن کر اسے منجدھار سے نکالو۔اے صحافیو! کب تک بکتے رہو گے،لفافے دینے والوں سے تم ناطہ توڑ لو اور سچ کہو، سچ لکھو۔قلم کی طاقت سے تاریکیوں میں ایسے روشن چراغ جلاؤ جن کی روشنی میں انسان بھٹکنے کی بجائے سیدھے راستے کی جانب بلا خوف وخطر گامزن ہوں۔اللہ ہم سب کو اس نیک کام میں اپنا اپنا حصہ ڈالنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔-----------☆

کیلنڈر میں دس اپریل کی تاریخ کی آپ بیتی!!

کالم نگار: سید سردار احمد پیرزادہ ۔ پاکستان

کیلنڈر کا 100 واں دن دس اپریل کہلاتا ہے جس کے بعد سال میں 265 دن رہ جاتے ہیں۔ اپریل کی دس تاریخ نیوکلیئر ٹیسٹ کے حوالے سے نمایاں مقام حاصل کر چکی ہے۔ یہ محض اتفاق تھا یا کوئی اور وجہ کہ سوویت یونین، امریکہ اور فرانس نے اپنے نیوکلیئر ٹیسٹ کے لیے مختلف پانچ برسوں میں دس اپریل کے دن کو ہی منتخب کیا۔ ترتیب کے مطابق سوویت یونین نے دس اپریل 1957ء، امریکہ نے دس اپریل 1963ء، دس اپریل 1968ء، دس اپریل 1986ء اور فرانس نے دس اپریل 1981ء کو اپنے نیوکلیئر ٹیسٹ کیے۔ نیوکلیئر دھماکوں کے علاوہ کچھ دوسرے دھماکہ خیز واقعات بھی دس اپریل کو ہی رونما ہوئے جنہوں نے مستقبل کی انسانی تاریخ پر اہم اثرات مرتب کیے۔ مثلاً برطانیہ نے دس اپریل 1710ء کو کاپی رائٹ کے ضابطہ کار کا پہلا قانون ایشو کیا جس کے بعد اصل مسودے کے مصنف کو قانونی تحفظ ملا۔ امریکی صحافت کا مشہور اخبار نیویارک ٹریبیون نامور صحافی ہوریس گریلی کی ایڈیٹر شپ میں دس اپریل 1841ء کو شائع ہونا شروع ہوا۔ امریکی ریاست لیوزیانا کے شہر نیو اورلینز میں دس اپریل 1872ء کو سیاہ فام لوگوں کا پہلا ”نیشنل بلیک کنونشن“ منعقد ہوا۔ امریکہ میں سیاہ فاموں کی دس اپریل کے دن شروع ہونے والی سیاسی بیداری کے 137 برس بعد براک اوبامہ پہلے سیاہ فام امریکی صدر بنے۔ تفریح اور مختصر سفر کی سہولت کے لیے کیبل کار کا تصور بھی پہلی مرتبہ دس اپریل 1878ء کو امریکہ میں کیلی فورنیا سٹریٹ کیبل کار ریل روڈ کمپنی پراجیکٹ کے نام سے شروع ہوا۔ جاپان کے سیاسی جمہوری سفر میں بھی دس اپریل بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ دس اپریل 1946ء کو پہلی مرتبہ جاپان کی پارلیمنٹ کے لیے انتخابات کا انعقاد کیا گیا۔ ماڈرن ہسٹری میں امریکہ اور چین کے درمیان اہم ترین سفارت کاری کا واقعہ ”پنگ پونگ ڈپلومیسی“ ہے جس کے تحت امریکی ٹیبل ٹینس ٹیم دس اپریل 1971ء کو چین پہنچی۔ امریکہ اور چین کے درمیان یہ سفارتی تعلقات قائم کرنے میں پاکستان نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ ایران میں دس اپریل 1972ء کو سات اعشاریہ صفر شدت کا زلزلہ آیا جس سے صوبہ فارس کی آبادی کا پانچواں حصہ مکمل طور پر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اِسی دن یعنی دس اپریل 1972ء کو امریکہ، سوویت یونین اور 70 دیگر ممالک بائیولوجیکل ہتھیاروں پر پابندی لگانے پر متفق ہوئے۔ دنیا کے افسانوی بحری جہاز کا درجہ رکھنے والے ٹائی ٹینک نامی شپ نے برطانیہ کے ساحلی شہر ساؤتھ ایمپٹن سے نیویارک کے لیے اپنے سفر کا آغاز دس اپریل 1912ء کو کیا۔ اس میں تقریباً دو ہزار دو سو چوبیس مسافر اور عملے کے افراد سوار تھے۔ یہ اُس وقت دنیا کا سب سے بڑا، سب سے محفوظ اور سب سے زیادہ لگژری بحری جہاز تھا۔ ٹائی ٹینک جہاز کے بنانے والے اس کی مضبوطی کو چیلنج کرتے تھے لیکن مضبوطی میں خوش قسمت ترین کہلانے والا یہ بحری جہاز بہت جلد بدقسمت ثابت ہوا کیونکہ یہ اپنے پہلے اور آخری سفر کے دوران ہی سمندر میں آئس برگ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا جس میں پندرہ سو سے زائد مسافر ہلاک ہو گئے۔ دلچسپ بات یہ کہ ٹائی ٹینک جہاز میں ہلاک ہونے والوں میں برطانوی شہریوں کی تعداد زیادہ تھی جبکہ اس میں سوار امریکی شہری زیادہ تر بچ گئے۔ بعد میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ برطانوی شہری اپنی تہذیب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ڈوبتے جہاز سے لائف بوٹس میں سوار ہونے کے لیے بھی قطار بناتے رہے جس سے ان کی ہلاکتوں میں اضافہ ہوا جبکہ امریکی قطار کی پرواہ کیے بغیر لائف بوٹس میں جمپ کرتے رہے۔ ہالی ووڈ کے شہرۂ آفاق مصری ایکٹر عمر شریف دس اپریل 1932ء کو سکندریہ مصر میں پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور فلموں میں دا جیول آف دا نائل، فنی گرل، ڈاکٹر ژیواگو، چنگیز خان اور لارنس آف عربیہ وغیرہ شامل ہیں۔ عمر شریف عربی، انگریزی، یونانی اور فرانسیسی پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ وہ جوئے کے دلدادہ تھے۔

جوئے کے شوق میں وہ اپنی ہر چیز داؤ پر لگا دیتے لیکن جب انہوں نے امریکہ کو خیر باد کہہ کر اپنے آبائی ملک مصر میں مستقل سکونت اختیار کی تو اپنی توجہ صرف اپنے خاندان کی طرف مبذول کر لی اور اپنی وفات تک پھر کبھی جوا نہیں کھیلا۔ پاکستان کے حوالے سے بھی دس اپریل کی تاریخ خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے مطابق دس اپریل 1973ء کو پاکستان کا تیسرا آئین پارلیمنٹ سے منظور ہوا جسے 14 اگست 1973ء کو نافذ کیا گیا جو اَب تک نافذ العمل ہے۔ اس کے تحت ذوالفقار علی بھٹو پہلے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ بینظیر بھٹو اپنی جلاوطنی ختم کر کے دس اپریل 1986ء کو لاہور پہنچیں۔ اُس وقت ملک میں جنرل ضیاء الحق ہی حکمران تھے جن کے مارشل لاء کے تحت ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی گئی تھی۔ بینظیر بھٹو کی واپسی کو قابل قبول بنانے اور انہیں محفوظ سیاسی کوریڈور کی فراہمی کے حوالے سے جنرل ضیاء الحق کے ساتھ معاملات طے کرنے کے لیے کچھ انٹرنیشنل بروکرز نے اپنا اہم کردار ادا کیا۔ عین اسی دن امریکہ نے اپنا طاقتور نیوکلیئر ٹیسٹ بھی کیا تھا جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ دس اپریل 1988ء کا دن راولپنڈی اور اسلام آباد کے شہری کبھی نہیں بھول سکتے جب صبح سویرے پوری فضا میزائلوں کے دھماکوں سے گونج اٹھی۔ آسمان پر ہر طرف میزائل اڑنے لگے اور ہر طرف گرنے لگے۔ کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ جڑواں شہروں کے شہریوں نے پہلا تاثر یہی لیا کہ دشمن ملک نے کہوٹہ لیبارٹری پر میزائلوں سے حملہ کر دیا ہے۔ رفتہ رفتہ پتا چلا کہ راولپنڈی اور اسلام آباد کے سنگم پر واقع اسلحہ ڈپو اوجڑی کیمپ پھٹ گیا ہے اور اس میں سٹور کیے ہوئے میزائل اڑ اڑ کر گرنے لگے ہیں۔ اس تباہی سے بہت سے شہری اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ دس اپریل 1988ء کا یہ دن سعودی عرب میں مقیم 29 برس کے نوجوان شاہد بھی کبھی نہیں بھول سکتے کیونکہ اسی اوجڑی کیمپ سے نکلنے والے ایک میزائل نے ان کے والد کی چلتی گاڑی کو ہٹ کیا جس میں اُن کے والد جاں بحق ہو گئے اور ان کے بڑے بھائی زخمی ہو کر تقریباً 17 برس تک بیہوشی کی حالت میں رہنے کے بعد انتقال کر گئے۔ اُس نوجوان شاہد کو ہم شاہد خاقان عباسی کے نام سے جانتے ہیں جو بعد میں پاکستان کے وزیر اعظم بھی منتخب ہوئے۔ اوجڑی کیمپ کے میزائل سے جاں بحق ہونے والے ان کے والد خاقان عباسی پاکستان ایئر فورس کے ریٹائرڈ افسر تھے اور انتقال کے وقت جونیجو حکومت میں وفاقی وزیر بھی تھے۔ پاکستان کے دستور میں مشہور زمانہ اٹھارویں ترمیم بھی دس اپریل 2010ء کو منظور ہوئی جس کے تحت صوبوں کو بہت حد تک مالی اور انتظامی امور میں خود مختاری دی گئی۔ اِن سب باتوں پر بھاری یہ کہ دس اپریل 2022ء کی تاریخ کا آغاز ہوتے ہی پاکستان کی قومی اسمبلی میں متحدہ اپوزیشن نے منتخب وزیر اعظم عمران خان کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک منظور کی۔ ملک کی 75 برس کی ہسٹری میں وزیر اعظم کے خلاف منظور ہونے والی یہ عدم اعتماد کی پہلی تحریک تھی۔ گویا دس اپریل 2022ء کی تاریخ پاکستان میں ایک مزید ریکارڈ بنا گئی۔ اس کے بعد اپوزیشن لیڈر شہباز شریف وزیر اعظم بنے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ آنے والے دس اپریل کے دنوں میں کیا کیا اہم واقعات ہوتے ہیں۔----

☆☆☆

مولانا مودودی نے ایوب خان کی مخالفت اور محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کرتے ہوئے درج ذیل تاریخی جملہ کہا تھا:

''ایوب خان میں کوئی خوبی نہیں سوائے مرد ہونے کے اور محترمہ فاطمہ جناح میں ساری خوبیاں ہیں سوائے عورت ہونے کے۔''

گردے کے مرض میں مبتلا مولانا مودودی کے حوالے سے درج ذیل جملہ جوش ملیح آبادی نے بھی ان کی مزاج پرسی کے دوران کہا تھا:

''خدا تمہیں اندر سے سنگسار کر رہا ہے''

'یاد رہے کہ جوش ملیح آبادی کی کتاب ''یادوں کی بارات میں'' مولانا مودودی کی کلین شیو فوٹو شائع ہونے اور کوٹھے پر جانے کے ذکر پر بھی بڑی لے دے ہوئی تھی۔ الطاف حسن قریشی نے کہا تھا اس کتاب کے متعلق لکھتے ہوئے میری قلم کو ابکائی آتی ہے۔ اور بعد ازاں اس کتاب کو خود شائع بھی کر دیا۔

پاکستان کی 18 مایہ ناز خواتین!!

(تحریر و تحقیق: زکریا ورک۔ٹورنٹو کینیڈا)

1۔عائشہ ملک

ملک کی تاریخ میں یہ واقعہ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جب عائشہ ملک کا سپریم کورٹ کی پہلی خاتون جج کے طور پر جنوری 2022 میں حلف لیا گیا۔ایک اور چیز جس کی وجہ سے جج عائشہ ملک کو اعزاز حاصل ہے جب انہوں نے جنوری میں عورتوں کیلئے two finder virginity test کو غیر قانونی قرار دیا تھا جو جنسی جرائم کے دوران ریپ ہوئی خواتین پر کیا جاتا تھا۔اس تقرری سے قبل جج عائشہ ملک لاہور ہائی کورٹ کی دس سال تک 2012-2022 تک جج کے عہدہ پر فائز رہ چکی تھیں۔عائشہ ملک نے قانون کی ڈگری پاکستان لاء کالج سے حاصل کی اور ایل ایل ایم کی ڈگری ہارورڈ لاء سکول سے حاصل کی تھی۔عائشہ ملک انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف ویمن ججز کی ممبر ہیں۔

2۔پارنیہ زمان خاں Purniya Khan

اٹھارہ سالہ پارنیا خاں پاکستان کی ٹیبل ٹینس چیمپین ہے۔پارنیہ نے یہ ٹائیٹل واپڈا کی کھلاڑی عاصیہ شرجیل کو 2021 میں شکست دے کر حاصل کیا تھا۔اس سے قبل پارنیہ سولہویں ساؤتھ ایشین گیمز میں برونز میڈل جیت چکی تھی۔کھیل کے میدان میں کنزہ ملک اور عاصمہ جان کا ذکر بھی ضروری ہے جنہوں نے بلجیئم میں دی ورلڈ روڈ سائیکلنگ چیمپین شپ میں حصہ لیا تھا۔

3۔زارا نعیم ڈار

زارا نعیم نے عالمی مقابلہ ایسوسی ایشن آف چارٹرڈ سرٹی فائیڈ اکاؤنٹنٹس ACCA کے ٹیسٹ میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے اور وہ گلوبل پرائز ونر قرار دی گئی تھی۔یہ امتحان دسمبر 2020 میں منعقد ہوا تھا۔زارا یہ انعام جیتنے کا کریڈٹ اپنے والد گرامی کو دیتی ہے جو اپنی فیملی کی تمام لڑکیوں کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے سہانے خواب پورے کرنے کیلئے تمام مصنوعی رکاوٹوں کو درہم برہم کر دیں۔اس امتحان میں 179 ممالک کے 527,000 طالب علموں نے حصہ لیا تھا۔

4۔آمنہ بیگ

پولیس آفیسر آمنہ بیگ نے کوشار میں سب ڈویژنل آفیسر کی ترقی پانے پر حلف جنوری 2021 میں اٹھایا تھا۔اس سے قبل وہ پنجاب میں متعین تھی۔اس کے مثبت تبدیلیاں لانے کیلئے نیز اسلام آباد میں صنفی مسائل اور عورتوں کے مسائل کو اجاگر کرنے پر اس کو ڈنمارک کے سفیر نے Integrity Icon Award سے سرفراز کیا تھا۔آمنہ ہنزہ گلگت بلتستان کی رہنے والی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ اس کی سروس کے دوران ایک دفعہ بھی اس کو احساس نہیں ہوا کہ مجھے خاتون پولیس آفیسر ہونے کی وجہ سے الگ طور پر سلوک کیا گیا ہے۔دسمبر ۲۰۲۱ میں امریکن سفارت خانے نے اس کو International women of Courage Award کے لئے نامزد کیا تھا۔

5۔ڈاکٹر زبیدہ سارنگ

چترال کی رہنے والی ڈاکٹر سارنگ آنکھوں کی سرجن ہے۔وہ پہلی پاکستانی مصنف ہے جس کی کتاب Book Authority List میں شامل کی گئی تھی۔ اس کی کتاب کا نام Optics Made Easy - The Last Review of Clinical Optics جو آنکھوں کے ڈاکٹروں اور سرجنوں کیلئے لکھی گئی تھی۔اس کتاب کو Best Opthalmology Books of All Time قرار دیا گیا ہے۔

6۔سائرہ ملک

پاکستانی امریکن سائرہ ملک کو Nuveen گلوبل اسیٹ مینج منٹ فرم کا چیف انوسٹ منٹ آفیسر متعین کیا گیا ہے۔اس کمپنی کی انوسٹ منٹ فنڈ $1.2 trillion ہے۔اس کے علاوہ Equity Investment Council EIC کی چیرمین ہونے کی حیثیت سے وہ ہر ہفتے میں مارکیٹ کمنٹری قلم زد کرتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ $5 Billion والے گلوبل ایکوٹی پورٹ فولیو کی مینجر

بھی ہے۔ وہ درج ذیل ٹیلی ویژن CNBC, Bloomberg TV and Fox Business پر بھی اظہار خیال کرتی ہے۔ اس نے اقتصادیات میں بی ایس سی کی ڈگری کیلی فورنیا پولی ٹیکنک انسٹی ٹیوٹ سے کی ہوئی ہے۔

7۔ نگار جوہر

لیفٹیننٹ جنرل نگار جوہر پاکستان کی پہلی تھری سٹار خاتون جنرل ہیں جس کو آرمی میڈیکل کارپس کا کمانڈنٹ متعین کیا گیا ہے۔

آپ کو پاکستان آرمی کی سرجن جنرل کے عہدہ پر جون 2020 میں تفویض کیا گیا تھا۔ آپ کو تمغہ امتیاز کے علاوہ فاطمہ جناح گولڈ میڈل آرمی میڈیکل کارپس میں زریں خدمات دینے پر وزیراعظم کی طرف سے دیا گیا تھا۔ آپ کو ہلال امتیاز سے بھی سرفراز کیا جا چکا ہے۔ آپ کے علاوہ آرمی میں پانچ اور میجر جنرل بھی ہیں یعنی شاہدہ ملک، شاہدہ بادشاہ، شہلا بقائی، عبیرہ چوہدری اور شازیہ نثار۔ نگار جوہر کی زندگی پر ماہرہ خاں نے ڈاکومنٹری فلم **ایک ہے نگار** بنائی جو اکتوبر 2021 میں ریلیز ہوئی تھی۔

8۔ شازیہ پروین

شازیہ پاکستان کی پہلی خاتون فائیر فائیٹر ہے۔ آپ وہیاڑی (ملتان) کے ریسکیو یونٹ 1122 میں تعینات ہیں۔

9۔ ثناء میر

ثناء پچھلے کئی سالوں پاکستان کرکٹ ٹیم کی پہچان چلی آرہی ہے۔ اس نے 2018 میں خواتین کی ODI rankings میں سب سے اول پوزیشن حاصل کی تھی۔ ثناء اب تک 226 بین الاقوامی میچز بڑی مہارت سے کھیل چکی ہے جن میں سے 137 میچز کی وہ کیپٹن تھی۔ وہ نو خواتین میں سے ایک خاتون ہے جس نے 100 ODI wickets حاصل کیں اور اس کے علاوہ او ڈی آئی میچز میں 1000 رنز بنائی ہیں۔ اس کا شمار نو بہترین خاتون spinners میں سے گنا جاتا ہے۔ پندرہ سال تک کرکٹ کھیلنے کے بعد اس نے 34 سال کی عمر میں ریٹائرمنٹ لی تھی۔

10۔ ڈاکٹر سارہ قریشی

سارہ معروف پاکستانی ایروسپیس انجنیئر ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلی بار contrail-free airfree engine تیار کیا ہے جو گلوبل وارمنگ کو کم کرنے میں مدد ثابت ہوگا نیز اس سے ایئر ٹریول بھی ماحولیات کیلئے محفوظ ہوگا۔ ایروسپیس میں اس نے ماسٹرز اور ایروسپیس پروپلشن میں پی ایچ ڈی کرین فیلڈ یونیورسٹی انگلینڈ سے حاصل کی تھی۔

11۔ کرشمہ علی

چترال کی 23 سالہ کرشمہ فٹ بال کی کھلاڑی اور بزنس ویمن ہے۔ وہ قومی سطح اور بین الاقوامی سطح پر فٹ بال کھیل چکی ہے۔ امریکی جریدہ فاربس نے اس کو Forbes 30 under 30 کی ایشیا فہرست میں شامل کیا تھا۔ 2016 میں دوبئی میں ہونیوالی جوبلی گیمز میں اس نے پاکستان کی نمائندگی کی تھی۔ پاکستانی ٹیم نے سلور میڈل جیتا تھا۔ کرشمہ یونیورسٹی آف لندن سے بزنس اینڈ مینجمنٹ میں بی اے کی ڈگری حاصل کر چکی ہے۔ کرشمانے چترال ویمن ہینڈی کرافٹ سینٹر کی داغ بیل ڈالی جس میں چترال کی جیولری، لباس اور ہینڈی کرافٹ شوکیس کئے جاتے ہیں۔ یہ ہینڈی کرافٹ میلان (اٹلی) فیشن شو میں دکھائے گئے تھے۔ وزیراعظم نے اس کو نیشنل یوتھ کونسل کا ممبر نامزد کیا تھا۔

12۔ ثناء امانت

پاکستان میں جنم لینے والی ثناء امریکن کامک بک ایڈیٹر ہے۔ وہ امریکن مارویل انٹرٹینمنٹ Marvel Entertainment کی کانٹینٹ ڈائریکٹر کے عہدہ پر فائز ہے۔ اس کو درج ذیل کامکس کا کریڈٹ دیا جاتا ہے Ultimate Comics: Spider-Man, and Captain Marvel۔ کمالہ خاں جس کو عرف عام میں مس مارویل Ms Marvel کہا جاتا کامک بک کیلئے سپر ہیرو کا آئیڈیا اس کی تخلیق ہے۔ مس مارویل مسلمان امریکن لڑکی سپر ہیرو کا تصور پیش کرتی ہے۔ ستمبر 2020 میں ڈزنی سیریز میں کمالہ خان کا کیریکٹر پاکستانی امیگرنٹ والدین کی بیٹی کینیڈین مسلمان ایکٹرس ایمان ویلانی Iman Vellani نے نبھایا تھا۔ امریکہ میں ٹرانس جینڈر لوگوں کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا اس نے اس قسم کے رکاوٹوں stereotype کو کم کرنے کی حتی الوسع تگ ودو کی ہے۔ اس نے کولمبیا یونیورسٹی کے برنارڈ کالج سے پولیٹیکل سائنس میں گریجوایشن کی ہوئی ہے۔ 39 سالہ ثناء امانت نیوجرسی ریاست کی رہائشی ہے۔

سٹریمنگ ٹیلی ویژن سیریز مس مارویل Ms. Marvel کی چیف

رائیٹر بیشا علی تھی جو برٹش سٹینڈ اَپ کامیڈین ہے۔ بیشا (پیدائش 1989) کے والدین بھی پاکستانی امیگرنٹ ہیں۔

13۔ نیہا چوہدری Neha Chaudhry

پارکن سن کے مریضوں کیلئے پاکستانی نوجوان موجد نیہا نے ایک سمارٹ والکنگ سٹک ایجاد کی ہے۔ نے ہایونیورسٹی آف ویسٹ انگلینڈ کی گریجوایٹ ہے۔ پارکن سن کے مریضوں میں ایک چیز جس کو Freezing of gait کہا جاتا یعنی کھٹ سے مریض چلنے سے معذور ہو جاتا ہے۔ ایسے مریضوں کیلئے یہ چھڑی بہت ہی کارآمد ہے۔ پارکن سن بیماری انسان کے دماغ میں نروس سسٹم کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ نے ہا کو اس کا آئیڈیا اس کے دادا سے ملا تھا جو پارکن سن کے مریض تھے جو چلتے چلتے فریز ہو کر گِر جاتے تھے۔ چنانچہ اس نے چار پانچ مہینے ریسرچ کی پھر پارکن سن کے مریضوں کے انٹرویو کئے اور اپنی کمپنی کا نام Walk to Beat رکھا۔

14۔ عائشہ گل

عائشہ گل وطن عزیز کی پہلی پولیس آفیسر ہے جس کو خیبر پختون والا صوبے میں اسسٹینٹ انسپکٹر جنرل متعین کیا گیا ہے۔ عائشہ جس کا تعلق صوابی سے ہے پہلی صوبائی پولیس آفیسر جس کو یہ اعزاز حاصل ہؤا ہے۔ اس کا عہدہ AIG Gender Equality ہے یعنی عورتوں، بچوں اور ٹرانس جینڈرز کی حفاظت کرنا۔

15۔ لاریب عطا

لاریب عطا جیمز بانڈ کی فلم No Time To Die میں اس ٹیم کی ممبر تھی جس نے visual effects تیار کئے تھے۔

16۔ عروج آفتاب

عروج (پیدائش 1985) امریکہ میں مقیم ووکلسٹ، میوزک کمپوزر اور پروڈیوسر ہے۔ وہ پہلی پاکستانی آرٹسٹ ہے جس کو اپریل 2022 میں گریمی ایوارڈ Grammy Award دیا گیا تھا۔ اس سے قبل 2018 میں اس کو نیوز اینڈ ڈاکومنٹری کا ایمی ایوارڈ Emmy Award دیا گیا تھا۔ عروج پہلی آرٹسٹ ہے جو امریکہ میں منعقد ہونیوالے دنیا کے سب سے بڑے آرٹ اینڈ میوزک فیسٹیول Coachella میں پرفارم کریگی۔ وہ دس سال کی تھی جب اس کے والدین سعودی عرب سے لاہور واپس آ گئے۔ یہاں قیام کے دوران سن 2000 کے شروع میں اس کا میوزک انٹرنیٹ پر سنایا گیا اور اس کے دو نغمے میرا پیارا اور ہلالو یا Hallelujah وائرل ہو گئے۔ 2005 میں وہ امریکہ ہجرت کر گئی اور Boston's Berklee College of Music سے میوزک پروڈکشن اور جاز کمپوزیشن Jazz میں ڈگری حاصل کی۔

2 مئی 2022 کو امریکہ کے صدر جوزف بائیڈن نے وائٹ ہاؤس میں عید الفطر کے موقعہ پر اسمبلیوں کے منتخب مسلمان نمائندگان کیلئے جس ڈنر کا اہتمام کیا تھا اور جس میں سینکڑوں گورنمنٹ لیڈرز، کانگریس کے ممبران، ریاستوں کی اسمبلیوں کے نمائندگان، غیر ملکوں کے سفیروں اور شہروں کے میئرز نے شرکت کی تھی اس موقعہ پر عروج آفتاب نے اس موقعہ پر ایک دلسوز نظم پڑھی تھی۔

17۔ ڈاکٹر سارہ گِل

ڈاکٹر سارہ گل پہلی پاکستانی ٹرانس جینڈر ڈاکٹر ہے جس کو کراچی جناح پوسٹ گراجوایٹ سینٹر میں ہاؤس جاب دیا گیا ہے۔ مستقبل میں وہ کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز میں فیلوشپ حاصل کرنا چاہتی تا کہ Endocrinology میں تحقیق کا کام کر سکے۔

18۔ کرن خان

کرن خان جسے گولڈن گرل بھی کہا جاتا ہے (پیدائش لاہور 1989) اولمپک ونر اور پاکستان کی پہلی خاتون بین الاقوامی تیراکی ماہر ہے۔ 2001 میں منعقد ہونے والی پاکستان نیشنل گیمز میں اس نے سات گولڈ میڈل، تین سلور میڈل اور تین برونز میڈل جیتے تھے۔ اور بعد ازاں نیشنل گیمز میں 15 میڈل جیت کر اپنا بنایا ہوا ریکارڈ بھی توڑ دیا۔ 50 میٹر فری اسٹائل مقابلوں میں سابقہ ریکارڈ ہولڈر رباب رضا کا ریکارڈ بھی توڑ ڈالا۔ اس نے یہ فاصلہ اٹھائیس اعشاریہ اٹھانوے سیکنڈ میں طے کیا تھا جبکہ رباب رضا نے انتیس اعشاریہ صفر ایک سیکنڈ میں طے کیا تھا۔ 2015 میں حکومت پاکستان کی طرف سے اس کو تمغہ امتیاز دیا گیا تھا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ سوئمنگ فیڈریشن نے انہیں عالمی مقابلوں سے دور ہی رکھا۔ مگر با حوصلہ کرن خان نے ہمت نہیں ہاری۔ بالآخر اس نے عالمی طور پر بھی خود کو منوا لیا۔ پاکستان کی طرف سے پہلی Olympic swimmer ہونے کا اعزاز بھی حاصل کر ہی لیا۔

☆☆☆☆

عوام نے اگر اگر اپنی زندگی کا مداوا 'مار دو اور مرجاؤ' میں ڈھونڈنے کا فیصلہ کر لیا تو!!

جناب سمیع اللہ ملک صاحب اپنے کالم ''سچائی کا ادراک'' میں لکھتے ہیں:

میرا یہ خوف دن بدن بڑھتا جا رہا ہے کہ کہیں بھوک سے بلبلاتی ہوئی بچوں کی چیخیں، دوا دارو سے محروم بیماروں کی کسمپرسی اور لاچار عوام نے اگر اپنی زندگی کا مداوا ''مار دو اور مرجاؤ'' میں ڈھونڈنے کا فیصلہ کر لیا تو پھر معاشی بحران کے ذمہ دار چاہے سول ہوں یا خاکی، مستقل ہوں یا عارضی، ماضی قریب کے حکمران ہوں یا بعید کے، رائے ونڈ کے محلات ہوں، ہر بڑے شہر میں بلاول ہاؤس ہو یا بنی گالہ، سرکاری محلات ہوں یا عوام کے حقوق کو لوٹ کر بیرون ملک میں بڑی بڑی جائیدادوں، فارم ہاؤسز کی ملکیت کا تفاخر، ان کو سر چھپانے کیلئے چند فٹ زمین بھی نہ مل سکے گی۔ سوال یہ ہے کہ دن بہ دن کمزور معیشت نیوکلیئر ریاست کے باسیوں کو انجانے معاشی خوف کے ساتھ ساتھ دیگر خدشات کا شکار بنانے والوں کا کب محاسبہ ہوگا؟ انقلاب فرانس کی بات تو سب ہی کرتے ہیں لیکن یہ بھی ایک پتھر مارنے سے شروع ہوا۔ امرا اور پادریوں کی بے جا بندشوں اور عوام کی فلاح سے منہ موڑنے پر فرانس کی بادشاہت کو عوامی غیض وغضب کا سامنا کرنا پڑا، نتیجے میں قتل وغارت گری، لوٹ مار اور لاقانونیت نے کئی برسوں تک اپنا اثر جمائے رکھا۔ فرانس کی اشرافیہ اور کلیسا نے آپس میں گٹھ جوڑ کر رکھا تھا اور تمام زمینوں پر قابض تھے۔ خود ٹیکس نہیں دیتے تھے پر آئے روز عوام پر نیا ٹیکس لگا دیتے اور قانون کا یہ حال تھا کہ ''پروانہ گرفتاری'' پر شخص کا نام، مدت اور قید خانہ لکھ کر پولیس کے حوالے کر دیا جاتا۔ لوگوں کو بغیر وجہ بتائے گرفتار کر کے قید کر لیا جاتا۔

فرانس کا خزانہ خالی ہو چکا تھا، مہنگائی آسمان کو چھو رہی تھی، غریب غریب تر اور اشراف امیر ترین ہوتے جا رہے تھے لہٰذا فیصلہ کیا گیا عوام پر مزید ٹیکس لگائے جائیں۔ 5 مئی 1789 کو ٹیکس کے نفاذ کیلئے پارلیمان کا اجلاس بلایا گیا - پارلیمان کے 3 حصے تھے ایک حصہ امرا، دوسرا حصہ کلیسا اور تیسرا حصہ عوام کا تھا جو 97 فیصد تھا۔ عوام کے نمائندوں کے اختیارات محدود تھے وہ اشرافیہ سے دبے دبے رہتے تھے، مگر آج ان کی آوازیں اونچی ہونے لگیں انہوں نے ٹیکس کے نفاذ کے خلاف بھرپور احتجاج کیا مگر بادشاہ نے ان کا اختلاف ماننے سے انکار کر دیا تو جون 1789 میں عوام کے نمائندوں نے اپنا نام قومی اسمبلی رکھ کر اپنا اجلاس پارلیمان کے باہر منعقد کر لیا۔

بادشاہ نے پولیس اور فوج کو انہیں وہاں سے ہٹانے کا حکم دیا مگر انہوں نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ بالآخر ڈیڑھ ماہ بعد غیر ملکی سپاہیوں کی مدد سے انہیں وہاں سے منتشر کر کے قید کر لیا گیا۔ بادشاہ مطمئن ہو گیا مگر اس سے اگلے روز عوام کا ہجوم ''بستیل'' قید خانے پر حملہ آور ہو کر تمام لوگوں کو آزاد کروا کر جیل میں موجود تمام اسلحہ ساتھ لے گئے، اس حملے کے نتیجے میں بادشاہ کی حکومت پر گرفت کمزور ہو گئی۔ دیہات میں بھی بغاوت نے سر اٹھایا، بالآخر جون 1791 میں بادشاہ اور ملکہ بھیس بدل کر ملک سے فرار ہونے لگے تو عوام نے پکڑ کر قید کر لیا، عوام کی اسمبلی نے جمہوری دستور بنایا، عوامی عدالتیں لگیں جنہوں نے ہر اس شخص کا سر قلم کر دیا جس کے ہاتھ نرم یا کالر صاف تھے کیونکہ یہ اشرافیہ کی نشانی سمجھی جاتی تھی۔ بادشاہ اور ملکہ کے سر بھی قلم کر دیے گئے۔ 1793 سے 1794 تک تقریباً 40 ہزار افراد کو قتل کیا گیا۔

یہ بات اپنی جگہ درست کہ آگے بڑھنے کیلئے پیچھے مڑ کر دیکھنا ضروری ہے کہ آخر ہم نے خود کے ساتھ کیا ظلم کیا ہے؟ ہم اپنی بربادی کا نوحہ پڑھتے ہوئے اپنی ذمہ داری کا احاطہ بھی کرنا ہوگا۔ اس کا ادراک اب کرنا ہوگا کہ پیچھے مڑ کر دیکھنے سے اپنے عیوب پر سنگ زنی کا خدشہ کہیں ہمارا راستہ نہ روک لے۔ پھر اس کیلئے ستر برس پیچھے جانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ صرف دو دہائیوں کی پالیسیوں کا احاطہ کافی ہے۔ جغرافیائی مجبوریوں کو بہانہ بنا کر کہاں کہاں معاشی خود مختاریوں کا سودا ہوا، کہاں کہاں مفادات کے تحفظ کیلئے ذاتی سودا بازی کی گئی جو آج بھی جاری ہے۔ کب کب بند کمروں میں بیٹھی اشرافیہ عوام کے فیصلے کرتی رہی، کیسے کیسے طاقتور ادارے عوامی خواہشات کو کچلتے رہے، عوام کے نام پر خواص منتخب کیے جاتے رہے اور ہائبرڈ نظام کے ذریعے ملک تجربہ گاہ اور عوام لیبارٹری کے بے بس، بے اختیار بے زبان بنا دیے گئے۔ اس سچائی کا ادراک اب کرنا ہوگا۔ جناب! اس سے پہلے کہ بھوکے عوام محلوں پر ٹوٹ پڑیں، سیاسی اور طاقتور اشرافیہ الزامات کی سیاست سے نکل کر عملی معاشی پالیسی ترتیب دے، عوام کو عزت دینے کیلئے چہرے نہیں نظام بدلنا ہوگا۔

☆☆☆

ہومیو پیتھک نُسخہ جات

(برائے دماغی امراض)

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ

عصر حاضر میں نفسیاتی بیماریوں نے انسانوں کو بے حال کر رکھا ہے۔ ذہنی امراض میں مبتلا مریضوں سے آئے روز سامنا ہوتا ہے جن کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بظاہر صحت مند ہونے کے باوجود انتہائی اذیت میں مبتلا ہیں۔ بات کرتے کرتے رونے لگتے ہیں۔ کل ہی کی بات ہے کہ ایک مریضہ علاج کے لیے آئی اس نے بات کرنے سے پہلے رونا شروع کر دیا جب پرسکون ہوگئی تو اس نے بتایا کہ میرا وزن کم ہو رہا ہے، رات کو نیند نہیں آتی، بے حد پریشان ہوں، کچھ بھی کرنے کو دل نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ۔ تھوڑا کریدنے پر معلوم ہوا کہ انہیں کوئی جسمانی بیماری نہیں بلکہ وہم کی بیماری ہے اس میری مریضہ کو یہ وہم ہو گیا کہ اسے کینسر ہو گیا ہے حالانکہ ڈاکٹروں نے اسے بتا دیا تھا ہر طرح کے چیک اپ کے بعد کہ اسے کوئی بیماری نہیں ہے۔ اب اسے روٹین بلڈ ٹیسٹ کے لیے کہا گیا تو اس کا وزن گرنے لگا اس وہم کی بنیاد پر کہ اگر بلڈ ٹیسٹ کروایا تو یقیناً کینسر نکلے گا۔ معزز قارئین! ذیل میں دماغی امراض کے ضمن میں چند ہومیو پیتھک ادویات کا ذکر اس خیال سے کیا ہے کہ شاید کسی کو سکون مل جائے۔

اگر قوتِ فکریہ کمزور ہونے لگے اور یہ کمزوری دماغ کے مرکزی حصے سے شروع ہو کر رفتہ رفتہ جسم کے دوسرے حصوں پر چھا جائے۔ ذہنی صلاحیتیں متاثر ہو جائیں، فکری صلاحیتیں متاثر ہونے لگیں اور یادداشت پاگل پن کی حد تک کمزور ہو جائے۔ سوچنے سے چکر آئیں تھکاوٹ کی وجہ سے نیند میں جھٹکے لگیں۔ ارجنٹم میٹیلیکم ۲۰۰ اگر ہفتے میں دو تین بار لی جائے تو فائدہ ہوسکتا ہے۔

جب دماغی کمزوری ہو، یکسوئی کا فقدان ہو، کند ذہنی اور چڑچڑا پن ہو، دماغی کام کرنے کی نااہلیت ہو، مریض میل جول اور سوسائٹی سے بے پرواہ ہو، قوتِ ارادی کی کمی ہو، بے چینی ہو اور اندیشے گھیرے رکھتے ہوں، بے راہروی کی وجہ سے کمزوری ہو، جسمانی کمزوری اور تھکان ہو، زندگی سے بیزاری ہو، کام کاج سے نفرت ہو، بدمزاجی اور کمزوری دونوں یکجا ہوں، مریض تنہائی پسند ہو اور تمام جسم میں چوٹ کا سا درد ہو تب یہ نسخہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ اگنیشیا، لیکس، مرک سال، تھوجا اور فائیٹولا کا ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ دو تین بار دینا مفید ہے۔

وہم کے مریض کے لیے آرسینک سی ایم صرف ایک خوراک ہی کافی ہوسکتی ہے۔

جب دماغی توازن درست نہ ہو یا پاگل پن ہو تو یہ نسخہ مفید ہے۔ سٹرامونیم، کیموملا اور بیلاڈونا ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ دو تین بار یا سلفر ۲۰۰ کو بیلاڈونا ۲۰۰ کے ساتھ ملا کر پہلے تین دن روزانہ ایک بار بعد میں ہفتے میں دو بار۔

اگر مریض اپنے پاؤں کو مسلسل حرکت دیتا رہے۔ زنکم میٹیلیکم (عموماً عورتیں رات کے وقت اپنے پاؤں بستر سے باہر نکال کر آپس میں رگڑتی رہتی ہیں یا بعض مریض ٹانگوں کو مسلسل ہلاتے رہتے ہیں۔ اگر کسی میں یہ عادت پائی جائے تو وہ جب بھی بیمار ہو اسے زنکم دے کر دیکھنا چاہیے۔ اگر زنکم کے مزاجی مریض کی پہچان ہو جائے تو اس کی سب بیماریوں میں زنک مفید ثابت ہوگا)

اگر مریض مسلسل سردی محسوس کرنے کی وجہ سے سخت چڑچڑا اور مائل بہ اشتعال ہو جاتا ہو۔ وریٹرم البم (ایسے مریض کو اگر ہر وقت گرم رکھا جائے تو مریض کی طبیعت اعتدال پر آجاتی ہے۔ اشتعال مزاج کا مستقل حصہ نہیں ہوتا)

اگر مریض مذہبی جنونی ہو، تیز تیز اور جلد جلد باتیں کرے اور کبھی باتونی ہونے کا دورہ پڑے اور کبھی خاموشی کا اس کے نتیجے میں خودکشی کا رجحان پیدا ہو جاتا ہو تو وریٹرم البم بھی دوا ہوسکتی ہے۔ (جب بھی ذہنی مریضوں کے علاج کا موقع آئے تو وریٹرم البم بھی ایک امکانی دوا ہوسکتی ہے لیکن یہ دوا شاذ کے طور پر استعمال ہوتی ہے) اگر مریض جہاں بھی ہو وہاں سے کہیں اور جانا چاہے۔ ٹیوبرکولینم (آرنیکا اور تھوجا میں بھی یہ علامت پائی جاتی ہے)

اگر سل کے مریض سر میں شدید درد کے دوروں اور سینے کے اندرونی زخموں کی تاب نہ لا کر پاگل ہو جائیں۔ ٹیوبرکولینم ۲۰۰ ہفتے میں دو بار۔ اگر آتشک کا مریض جسم زخموں اور ناسوروں سے بھر جانے کی وجہ سے پاگل ہو جائے تو دوسری دواؤں کے علاوہ ٹیوبرکولینم بھی مفید ہے۔ (آتشک کی بیماری میں ہڈیاں گل جاتی ہیں، ناک کی ہڈی گل جاتی ہے اور مرض دماغ پر حملہ کر کے مریض کو مکمل طور پر پاگل کر دیتا ہے)

ذہن پر بہت دباؤ ہو سلفر۳۰ اور ایکونائیٹ ۳۰ ملا کر دن میں دو بار اور ساتھ کالی فاس، میگنیشیا فاس اور کلکیر یا فاس ملا کر ۱۶ ایکس میں روزانہ دو تین بار استعمال کرنا مفید ہے۔

برین ہیمرج کے لیے اوپیم ۱۰۰۰ چند ماہ ماہانہ ایک خوراک۔

اگر دماغ کا کچھ حصہ ماؤف ہو جائے تو اوپیم ۱۰۰۰ یا اس سے بھی اونچی طاقت فوراً دینی چاہیے۔

اگر میاں بیوی علیحدہ ہونا چاہیں۔ Platinum10000 یہ دوا ایسی سوچ بدل سکتی ہے۔

اگر فلسفی بننے کا شوق جنون کی حد تک بڑھ جائے تو سلفر کی ایک دو خوراکیں اونچی طاقت میں دینے سے کافی فرق پڑ جاتا ہے۔ (بعض اقتصادی قسم کے فلسفی ہر وقت سکیمیں بناتے رہتے ہیں۔ ایسے مریض سست مزاج اور اپنی سوچوں میں ڈوبے رہنے والے ہوتے ہیں۔ اگر ایسے فلسفی کوئی کام کر بیٹھیں تو اکثر اپنا سارا سرمایہ ڈبو بیٹھتے ہیں)

دماغ میں پانی جمع ہو گیا ہو سلفر ۲۰۰ اور بیلاڈونا ۲۰۰ ہفتہ میں دو تین بار اور ساتھ ایپس ۳۰ روزانہ دو تین بار۔

سلفیورک ایسڈ شراب کی پرانی عادت توڑنے کی بہترین دوا ہے۔ ایک بڑے گلاس پانی میں خالص سلفیورک ایسڈ کا ایک قطرہ ملا دینا اور اس پانی کو دن بھر میں تین خوراکوں میں ختم کر دینا چاہیے۔ ایک ہفتے کے اندر یہ عادت چھوٹ سکتی ہے۔ دنیائے طب میں غالباً اس مرض کی اس سے بہتر کوئی دوا نہیں۔

اگر بعض شرمیلی بچیاں بے ہوشی اور بے اختیاری میں بے حیائی کی باتیں کریں تو ہائیوسمس مفید ثابت ہوتی ہے۔ (گندے ذہنی رجحان سے اس کا تعلق نہیں ہوتا) اگر مریض ہوش کے دوران بھی بے حیائی کی باتیں کرے۔ ٹیرینٹولا ہسپانیہ (ایسا مریض واقعتاً بے شرم اور بے حیا ہو جاتا ہے۔ وہ ہر جائز اور ناجائز ذریعہ سے اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنا چاہتا ہے)

اگر مریض کا مزاج لاابالی ہو، عادتوں میں بے ترتیبی پائی جائے، مریض کو نہانے سے نفرت ہو (افیمی کو بھی نہانے سے نفرت ہوتی ہے)، مریض سخت گندہ ہو، جسم سے بدبو آئے، بغلوں اور پاؤں میں بدبودار پسینہ آئے اور مریض صفائی کو قطعاً کوئی اہمیت نہ دے۔ سلفر (ایسے مریض کی طبیعت میں ایک عجیب تضاد ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ خود بدبودار ہوتا ہے، اس کی بغلیں، پاؤں اور سانس سب متعفن ہوتے ہیں لیکن وہ غیروں کی بدبو برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر وہ اپنی ہی بو میں بسا رہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن دوسروں کی بدبو اسے سخت بُری لگتی ہے۔ جانوروں کو بھی اپنی بدبو بُری نہیں لگتی۔ مثلاً شیر کو اپنی بو اچھی لگتی ہے)

سردی سے زود حسی پائی جائے اور سونے سے پہلے ٹانگوں میں بے چینی نمایاں ہو تو دوا ہو گی۔ ٹیرینٹولا ہسپانیہ۔ اگر مرض اور درد معین وقت پر ظاہر ہوں مثلاً اگر پیر کو حملہ ہوا ہے تو اگلے پیر کو پھر حملہ ہو گا۔ ٹیرینٹولا ہسپانیہ (ٹیرینٹولا میں عین وقت پر مرض کا دہرایا جانا سال یا مہینے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ دنوں اور ہفتوں سے تعلق رکھتا ہے) (ٹیرینٹولا کا مریض بالعموم سخت پیاسا، بد مزاج، عیار اور مکار ہوتا ہے اور خوفناک سکیمیں بنا کر بہت عیاری کے ساتھ نقصان پہنچاتا ہے۔ ٹیرنٹولا ہسپانہ کی مریضہ پرلے درجے کی مکار ہوتی ہے اور اپنے مکر سے بہت نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اکثر دھمکی آمیز الفاظ استعمال کرتی ہیں۔ ایسی عورتوں یا مریضوں کو اجنبی چہرے دکھائی دیتے ہیں۔ جانور، جن، بھوت اور خوفناک شکلیں نظر آنے لگتی ہیں) اگر کوئی لومڑی کی طرح چالاک ہو اور ساتھ کچھ پاگل بھی ہو تو ایسے مریض کے لیے ٹرینٹولا نہایت مفید ہے۔ ٹرینٹولا کا مریض بیمار نہ بھی ہو تو ہر بیماری کا ڈرامہ رچا سکتا ہے، اٹوائی کھٹوائی لے کر پڑ رہتا ہے اور بہانے بنا کر اپنی طرف توجہ کھینچتا رہتا ہے۔

اہم اعلان

پیشوا انٹرنیشنل میں ہومیوپیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔ کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیوفزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہوسکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔ رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت النبی ﷺ کے درخشاں پہلو۔ (آنحضرت ﷺ کی ہمدردی خلق)

17

(تحریر و تحقیق: چوہدری ناز احمد ناصر۔لندن)

رسول کریم ﷺ کی ہمدردی خلق: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُنتُم خَيرَ اُمَّةٍاُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُومِنُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُومِنُونَ بِاللهِ......(العمران:111) تم (سب سے) بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے (فائدہ کے) لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو..... قرآن کریم میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام نبیوں کا سردار اور آپ ﷺ کی امت کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے۔ اس بلند مقام اور منصب کا سب سے بڑا تقاضا خدمت خلق ہے۔ اسی خدمت خلق کے نتیجہ میں مسلمان واقعی طور پر اپنا بہترین ہونا ثابت کر سکتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: "سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُم یعنی قوم کا سردار حقیقت میں ان کا خادم ہوتا ہے"۔ نبی کریم ﷺ نے عمر بھر اس اصول کی ایسی لاج رکھی کہ بنی نوع کی خدمت کر کے کل عالم کا سردار ہونا ثابت کر دکھایا۔ آنحضور ﷺ فرماتے تھے کہ "دین تو خیر خواہی کا نام ہے"۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کس چیز کی خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمان آئمہ اور ان کے عوام الناس کی خیر خواہی"۔ (مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ)

اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں: ☆ ہر انسان کی جان، مال اور عزت کی حرمت 1:۔ آپ ﷺ نے اپنی جامع اور خوبصورت تعلیم کے ذریعہ بنی نوع انسان کی سب سے بڑی خدمت یہ کی کہ ہر انسان کی جان، مال اور عزت کی حرمت فرما دی۔ (بخاری کتاب العلم باب لیبلغ العلما لشاھد الغائب)

2۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہیں اور مومن وہ ہے جس سے دوسرے تمام انسان امن میں رہیں"۔ (بخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون اور مسند احمد جلد 2 صفحہ 215 مطبوعہ بیروت)

3۔ رسول کریم ﷺ آغاز سے ہی مخلوق خدا سے محبت رکھتے اور لوگوں کی ضرورتیں پوری کر کے خوشی محسوس کرتے تھے۔ مکی دور میں بعثت سے قبل آپ ﷺ معاہدہ حلف الفضول میں شریک ہوئے تھے، جس کا بنیادی مقصد مظلوموں کی امداد تھا۔

آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اس معاہدہ میں شرکت کی خوشی مجھے اونٹوں کی دولت سے بڑھ کر ہے اور اسلام کے بعد بھی مجھے اس معاہدہ کا واسطہ دے کر مدد کے لئے بلایا جائے تو میں مدد کروں گا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام جلد 2 صفحہ 123، 124 دار الفکر بیروت)

☆ ابوجہل کے خلاف مظلوم کی امداد: رسول کریم ﷺ ہر قسم کے جابر دشمن کے مقابل پر بھی مظلوم کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک اجنبی "الاراشی" سے ابوجہل نے اونٹ خریدا اور قیمت کی ادائیگی میں پس و پیش کرنے لگا۔ "اراشی" قریش کے مجمع میں آ کر مدد کا طالب ہوا اور کہا کہ میں اجنبی مسافر ہوں، کوئی ہے جو ابوجہل سے مجھے میرا حق دلائے؟ وہ میرے مال پر قابض ہے۔ سرداران قریش نے از راہ تمسخر رسول کریم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: "وہ شخص ابوجہل سے حق دلا سکتا ہے"۔

"اراشی"، رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر دعائیں دیتے ہوئے کہنے لگا کہ آپ ﷺ ابوجہل کے خلاف میری مدد کریں۔ رسول کریم ﷺ اس کے ساتھ چل پڑے۔ سرداران قریش نے اپنا ایک آدمی پیچھے بھجوایا تا کہ دیکھے کہ ابوجہل کیا جواب دیتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں محمد (ﷺ) ہوں، باہر آؤ۔ ابوجہل باہر آیا اور آپ ﷺ کو دیکھ کر ابوجہل کا رنگ فق ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کا حق اسے دے دو"۔ ابوجہل کہنے لگا: "اچھا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا، جب تک اس کا حق ادا نہ ہو جائے"۔ ابوجہل فوراً اندر گیا اور اس شخص کی رقم لا کر اسے دے دی۔ تب آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ ادھر "اراشی" نے واپس آ کر سرداران قریش کی مجلس میں کہا کہ: "اللہ محمد (ﷺ) کو جزا خیر دے، ابوجہل نے میرا حق مجھے دے دیا ہے"۔ اتنے میں قریش کا بھجوایا ہوا آدمی بھی آ گیا اور کہنے لگا: "آج میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا ہے کہ ادھر محمد (ﷺ) نے ابوجہل کو "اراشی" کا حق دینے کو کہا اور ادھر اس نے فوراً رقم لا کر ادا کر دی۔ تھوڑی دیر میں ابوجہل بھی آ گیا۔ سب لوگ پوچھنے لگے کہ تمہیں کیا ہو گیا

تھا؟ ابوجہل نے کہا کہ: ''جونہی میں نے محمد (ﷺ) کی آواز سنی، مجھ پر سخت رعب طاری ہو گیا، جب باہر آیا تو دیکھا کہ محمد (ﷺ) کے سر کے پاس ایک خونخوار اونٹ کھڑا ہے، اگر میں انکار کرتا تو وہ اونٹ مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا''۔

(السیرۃ النبوۃ لابن ھشام جلد 2 صفحہ 123 تا 124 دار الفکر بیروت)

☆امت کے لئے درد: (1) امت کی بخشش کے لئے دعا: رسول کریم ﷺ کے دل میں اپنی امت کے لئے بہت درد تھا۔ عباس بن مرداس السلمیسے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں عرفات کی شام اپنی امت کے لئے بخشش کی دعا کی۔ آپ ﷺ کو جواب ملا کہ ''میں نے تیری امت کو بخشش دیا سوائے ظالم کے، ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے گا''۔

رسول کریم ﷺ نے عرض کیا: ''اے میرے رب! اگر تو چاہے تو (یہ بھی تو کر سکتا ہے کہ) مظلوم کو (مظلومیت کے بدلہ میں) جنت دے دے، ظالم کو (اس کا ظلم) بخشش دے''۔ اس شام تو آپ ﷺ کو کوئی جواب نہ ملا مگر مزدلفہ میں صبح کے وقت آپ نے پھر یہ دعا کی تو آپ ﷺ کی دعا شرف قبولیت پا گئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ (خوش ہو کر) مسکرانے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا: ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ ﷺ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہمیشہ (خوش وخرم) ہنستا مسکراتا ہی رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے دشمن ابلیس کو جب یہ پتہ چلا کہ اللہ نے میری دعا سن لی ہے اور میری امت کو بخشش دیا ہے تو مٹی لے کر اپنے سر میں ڈالنے لگا اور اپنی ہلاکت و تباہی کی دعائیں کرنے لگا، اس کی گھبراہٹ کا یہ عالم دیکھ کر مجھ سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی''۔ (ابن ماجہ کتاب المناسک باب الدعاء بعرفۃ: 3004)

(2)۔ نماز عشاء تاخیر سے پڑھنے کی خواہش: رسول کریم ﷺ فرماتے تھے کہ ''اگر امت پر گراں خیال نہ کرتا تو انہیں نماز عشاء تاخیر سے پڑھنے کا حکم دیتا''۔ (بخاری کتاب الصلوۃ باب النوم قبل العشاء)

(3)۔ ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم: آپ ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ: ''اگر امت پر گراں خیال نہ کرتا تو انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا''۔ (مسلم کتاب الطہارۃ باب المسواک: 370)

(4) بچے کے رونے پر نماز کا مختصر کرنا: نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ ''میں نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کے لئے تکلیف و پریشانی نہ ہو''۔ (بخاری کتاب الاذان باب من اخف الصلوۃ عند بکاء الصبی)

(5) کمزوروں اور حاجتمندوں کے کام آنا: نبی کریم ﷺ ہمیشہ کمزوروں اور حاجتمندوں کے کام آتے اور فرماتے تھے کہ: ''جب بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان بھائی کی کوئی تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے روز کی تکلیف کو دور کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا''۔ (بخاری کتاب المظالم باب لا یظلم المسلم المسلم: 2262)

☆عام انسانوں سے ہمدری: آنحضرت ﷺ کسی مدد یا خدمت خلق کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ بےکس خواہ کسی ملک اور قوم کا ہو اس کی مظلومیت کا حال سن کر آپ ﷺ بے چین ہو جاتے تھے۔

(1) مہاجرین حبشہ سے ایک بڑھیا کا واقعہ سننے پر ارشاد: مہاجرین حبشہ جب مدینہ لوٹے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ: ''ملک حبشہ میں تم نے کیا دیکھا، وہاں کی کوئی دلچسپ بات تو سناؤ؟''۔ ایک نوجوان نے یہ قصہ سنایا کہ: ''ایک دفعہ ہم حبشہ میں بیٹھے تھے، ایک بڑھیا کا ہمارے پاس سے گذر ہوا۔ اس کے سر پر پانی کا ایک گھڑا تھا۔ وہ ایک بچے کے پاس سے گذری تو اس نے اسے دھکا دیا اور وہ گھٹنوں کے بل آ گری۔ بڑھیا اٹھی اور اس بچے کو کہنے لگی: 'اے دھوکے باز، بدبخت! تجھے جلد اپنے کئے کا انجام معلوم ہو جائے گا، جب اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر جلوہ افروز ہوگا اور فیصلہ کے دن پہلوں اور پچھلوں سب کو جمع کرے گا، ہاتھ اور پاؤں جو کچھ کرتے تھے خود گواہی دیں گے، تب تمہیں میرے اور اپنے معاملے کا صحیح علم ہوگا''۔ رسول کریم ﷺ نے جوش ہمدردی سے فرمایا: ''اس بڑھیا نے سچ کہا، اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے برکت بخشے اور پاک کرے گا جس کے کمزوروں کو طاقتوروں سے ان کے حقوق دلائے نہیں جاتے''۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 ص 51 مطبوعہ بیروت)

(2) ہر سائل کو آپ ﷺ کے پاس پیش کرنے کی ہدایت: جب کوئی سائل یا حاجتمند آتا تو رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ''میرے تک مستحقین کی سفارش پہنچا دیا کرو، تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ باقی اللہ جو چاہے گا اپنے رسول کی زبان پر اس ضرورت مند کے بارہ میں فیصلہ فرمائے گا''۔

(بخاری کتاب الادب باب تعاون المومنین)

(3) غریب لونڈی کی مدد: حضرت عبداللہبن عمر رسول اللہ ﷺ کی خدمت خلق کے سلسلہ کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ: ''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے

پاس کہیں سے دس (10) درہم آئے۔ اتنے میں ایک سوداگر آ گیا، رسول کریم ﷺ نے اس سے چار درہم میں ایک قمیض خرید لی۔ آپ ﷺ جب اسے پہن کر باہر تشریف لائے تو ایک انصاری نے عرض کیا: 'حضور! یہ مجھے دے دیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے لباس عطا کرے۔ آپ ﷺ نے وہ قمیص اسے دے دی۔ اس کے بعد آپ ﷺ دکاندار کے پاس گئے اور اس سے چار درہم میں ایک اور قمیص خرید لی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس دو درہم بچ رہے۔ راستہ میں آپ ﷺ کو ایک لونڈی ملی جو رو رہی تھی۔ جب آپ ﷺ نے اس کے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ بولی کہ: 'گھر والوں نے مجھے دو درہم کا آٹا خریدنے بھیجا تھا، وہ درہم گم ہو گئے ہیں'۔ آپ ﷺ نے اپنے دو درہم اس کو دے دیئے۔ آپ ﷺ جب جانے لگے تو وہ پھر رو پڑی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ 'اب کیوں روتی ہو؟'۔ وہ کہنے لگی: 'مجھے ڈر ہے کہ گھر والے مجھے تاخیر ہو جانے پر ماریں گے'۔ رسول کریم ﷺ اس کے ساتھ ہو لیے اور اس کے مالکوں کو جا کر کہا: 'اس لونڈی کو ڈر تھا کہ تم لوگ اسے مارو گے'۔ اس کا مالک کہنے لگا: 'یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے قدم رنجہ فرمانے کی وجہ سے میں اسے آج سے آزاد کرتا ہوں'۔ رسول کریم ﷺ نے اسے نیک انجام کی بشارت دی اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہمارے دس درہموں میں کتنی برکت ڈالی، ایک قمیص ایک انصاری کو ملی، ایک قمیص خدا کے نبی (ﷺ) کو عطا ہوئی اور ایک غلام بھی اسی رقم سے آزاد ہو گیا۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے ہمیں یہ سب کچھ عطا فرمایا''۔ (مجمع الزوائد جلد 9 ص 14 مطبوعہ بیروت)

☆ غرباء کے رشتہ ناطہ/علاج اور بیماری کی عیادت: آنحضور ﷺ ہر طبقہ کے لوگوں کی ضرورت پر نظر رکھتے اور حاجت روائی کی کوشش فرماتے۔ اسی طرح غرباء کی شادی وغیرہ کا بندوبست ذاتی دلچسپی سے کروا دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں کچھ واقعات پیش خدمت ہیں: (1) غریب صحابی کے لئے شادی کا انتظام: نبی کریم ﷺ نے ایک غریب صحابی، جلیبیبؓ، کے رشتہ کا پیغام ایک انصاری لڑکی کے والد کو بھجوایا۔ وہ کہنے لگے: ''میں اس کی ماں سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔ اس آدمی نے جب بیوی سے مشورہ کیا تو وہ کہنے لگی کہ: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جلیب جیسے غریب آدمی کو رشتہ دے دیں، حالانکہ اس سے پہلے ہم اس سے بہتر رشتے رد کر چکے ہیں''۔ ان کی لڑکی پردے میں یہ باتیں سن رہی تھی۔ وہ کہنے لگی: ''کیا تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کو موڑو گے، اگر حضور راضی ہیں تو نکاح کر دو''۔ چنانچہ اس کے والد نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ''بچی راضی ہے، اس لئے ہم بھی راضی ہیں''۔ یوں آپ ﷺ نے حضرت جلیبیب کی شادی کروا دی۔ یہ بعد میں ایک مہم میں شہید ہو گئے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 3 ص 136 مطبوعہ بیروت)

(2) شہد سے علاج: رسول کریم ﷺ شہد پسند کرتے اور بطور دوا بھی تجویز فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے بھائی کے پیٹ کی کسی بیماری کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شہد پلاؤ''۔ اس نے پلایا اور آ کر بتایا کہ: ''پیٹ تو مزید خراب ہو گیا ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور شہد پلاؤ''۔ اس نے پھر پلایا اور بتایا کہ ''تکلیف بڑھ گئی ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اور پلاؤ، تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے (اور خدا کا کلام سچا ہے کہ ''شہد میں شفاء ہے'')۔ چنانچہ اس کے بعد اسی شہد سے اس کو افاقہ ہو گیا۔ (بخاری کتاب المرضیٰ باب دواء المبطون)

(3) روحانی علاج: آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ہر بیماری کی دوا ہوتی ہے (کُلُّ دَاءٍ دَوَاءٌ)۔ آپ ﷺ بعض بیماریوں کا علاج روحانی طریق اور دعا وغیرہ سے بھی فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور میری طرف توجہ فرمائی تو فرمایا کہ ''کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟''۔ عرض کیا گیا، ہاں حضور ﷺ! فرمایا: ''نماز پڑھو، اس میں شفاء ہے''۔ (ابن ماجہ)

(4) دم اور دعا سے علاج: اسی طرح آپ ﷺ دم اور دعا سے بھی علاج فرماتے تھے، اپنی بیماری کے دنوں میں قرآن کریم کی آخری دو سورتیں (معوذات) پڑھتے رہتے تھے، اسی طرح ''سورۃ فاتحہ کی دعا سے بھی علاج فرمایا کرتے تھے''۔ (بخاری کتاب المرضیٰ، باب الرقی بالقرآن والمعوذات) (5) اونٹ کے دودھ اور کلونجی سے علاج: رسول کریم ﷺ نے اونٹ کے دودھ سے بھی بعض بیماریوں کا علاج فرمایا۔ اسی طرح کلونجی کے بارہ میں کہ ''ہر بیماری کا علاج اس میں ہے، سوائے موت کے''۔ (بخاری کتاب المرضیٰ باب سالحبۃ السوداء)

(6) ناشتے میں کھجور کا استعمال سے بیماریوں سے حفاظت: آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر روز صبح سات کھجوریں ناشتہ میں استعمال کرنے سے انسان کئی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے''۔ (بخاری کتاب المرضیٰ والطب باب الدواء بالعجوۃ)

(7) پانی سے علاج: آپ ﷺ تیز بخار وغیرہ کا فوری علاج پانی سے بدن ٹھنڈا کر کے فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''بخار بھی جہنم کی آگ کی طرح ہے، اسے پانی سے ٹھنڈا کرو''۔ (بخاری کتاب المرضیٰ)

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 28)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر ہر اُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماء سُوء جو اُمّت مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورت حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔ کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتووں، بُرے الفاظ اور اخلاق گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔ اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گُھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔ اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جاسکیں۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمّتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بددیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے، صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

''بھینسے کا سینگ اور فرشتے کی لات''

جناب حسن رضا چنگیزی صاحب اپنے ایک کالم ''بھینسے کا سینگ اور فرشتے کی لات'' میں لکھتے ہیں:۔

جب میں اسٹیفن ہاکنگ کے بارے میں کوئی ڈاکومنٹری دیکھتا ہوں۔ وہی اسٹیفن ہاکنگ جو بولنے بلکہ لب ہلانے سے بھی قاصر ہے۔ منہ سے رال ٹپکتی رہتی ہے جسے وہ صاف کرنے پر بھی قادر نہیں۔ ہاتھ پیر ہلانے سے معزور اور کھانا کسی نرس کے ہاتھوں کھانے پر مجبور ہے، لباس بھی نرس ہی تبدیل کرتی ہے۔ یقیناً دیگر ضروری کاموں کے لئے بھی وہ کسی کا محتاج رہتا ہوگا لیکن زرا اس کے کرتوت دیکھیں کہ اس حالت میں بھی وہ اللہ اللہ کرنے کے بجائے کائنات کی گتھیوں کو سلجھانے کی ناکام کوششوں میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ حالانکہ اسے اپنے بے چارگی کے یہ ایاّم عبادات میں گزارنے چاہیئے، توبہ استغفار کرنی چاہئے اور اللہ سے رو رو کر اپنے لئے صحت کی دعائیں مانگنی چاہئے۔ اسے چاہئے کہ اپنی آخرت سنوارنے کی خاطر کسی مولوی سے رہنمائی حاصل کرے جو اسے نہ صرف قیامت کے عذاب سے بچنے کے تیر بہ ہدف نسخے بتا دے گا بلکہ انتہائی آسانی سے کائنات کے مکمل اسرار و رموز بھی سمجھا دے گا۔

یہ بات میں پورے وثوق سے اس لئے کہہ سکتا ہوں کیوں کہ بچپن میں سکول کی چھٹیوں کے دوران دیگر بچوں کی طرح میں بھی دینی تعلیم حاصل کرنے ایک مقامی مدرسے جایا کرتا تھا۔ ایک دن جب ہم سارے بچے سبق یاد کرنے میں مصروف تھے تو ہمیں زلزلے کے کچھ جھٹکے محسوس ہوئے۔ ہم اُٹھ کر بھاگنے لگے تو مولوی صاحب نے ڈانٹ کر ہمیں دوبارہ بیٹھنے کو کہا۔ کسی بچّے نے زلزلوں کے آنے کی وجہ پوچھی تو مولوی صاحب بچے کو سمجھاتے ہوئے فرمانے لگے کہ ہماری یہ دنیا ایک بھینسے (گاو ماہی) کے سینگ پر ٹکی ہے اور یہ بھینسا ایک ایسی مچھلی کی پیٹھ پہ کھڑا ہے جو پانی میں تیر رہی ہے۔ جب بھینسے دنیا کو اپنے ایک سینگ سے دوسرے پر منتقل کرتا ہے تو زلزلہ آتا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ یہ زلزلہ اللہ کی طرف سے ایک عذاب ہوتا ہے۔ جو لوگ بے گناہ اور معصوم ہوتے ہیں زلزلہ ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا لیکن جو گناہ گار ہوتے ہیں وہ کسی صورت اس سے نہیں بچ سکتے۔ اس لئے زلزلے سے بھاگنا فضول ہے۔

چھٹی کے وقت ہم باہر نکلے تو ایک لڑکے نے گستاخی کی کہ چونکہ مولوی صاحب خود پاؤں سے معزور اور بھاگنے سے قاصر ہیں اس لئے ہمیں بھی زلزلے کے دوران بھاگنے سے منع کر رہے تھے ورنہ شاید سب سے پہلے وہ خود بھاگ کھڑے ہوتے۔

ایسے ہی ایک دن جب ایک شاگرد نے گرج چمک اور بارش سے متعلق

سوال پوچھا تو مولوی صاحب حسبِ معمول انتہائی سادہ اور سلیس زبان میں بتانے لگے کہ دراصل جب اللہ تعالیٰ اپنے فرشتے کو بارش برسانے کا حکم دیتا ہے تو فرشتہ آسمان کے پیٹ پر ایک زوردار لات رسید کرتا ہے جس کی ضرب سے بجلی چمکتی ہے اور آسمان درد کے مارے چیخنے اور غرّانے لگتا ہے تبھی بارش ہونے لگتی ہے۔

اب اتفاق دیکھئے کہ گریجویشن کے دوران ہمارے سلیبس میں جیولوجی اور جیوگرافی کے مضامین بھی شامل تھے جن میں زلزلوں اور بارش کے بارے میں تفصیلی سائنسی معلومات درج تھیں۔ لیکن ان میں بتائی گئی باتوں کی نسبت بارش اور زلزلے کی جو توجیہات مولوی صاحب نے بیان کی تھیں وہ زیادہ آسان اور سمجھ میں آنے والی تھیں اس لئے آج بھی میرے حافظے میں پہلے دن کی طرح محفوظ ہیں جبکہ کالج میں پڑھائی گئی باتیں میں کب کا بھول چکا ہوں۔

لہٰذا، اسٹیفن ہاکنگ اور ان جیسے دیگر لوگوں کو میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ بھی کائنات کی تشکیل، تھیوریٹکل فزکس، بلیک ہولز، فورتھ ڈائمنشن، ٹائم ٹریول، بلیک پارٹیکلز یا گاڈ پارٹیکلز جیسی سمجھ میں نہ آنے والی بے سروپا باتوں پر اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے اپنی آخرت کی فکر کریں اور کائنات کے اسرار ورموز کو سمجھنے کی خاطر کسی مولوی سے رجوع کریں جو ان رازوں سے اس آسانی سے پردہ اٹھائے گا کہ سب کے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔

کیڑے مکوڑوں، پرندوں، سانپوں اور مگرمچھوں پر تحقیق کرنے والوں کے لئے بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ اب بھی وقت ہے کہ وہ اپنی تمام فضول سرگرمیاں فوری ترک کر کے اپنی باقی ماندہ زندگی توبہ استغفار میں گزاریں اور کسی تبلیغی جماعت میں شمولیت اختیار کر کے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی سبیل کریں۔

اس نیک کام کی تکمیل کے لئے وہ بلا شبہ پاکستان کا انتخاب کر سکتے ہیں جہاں ثواب کمانے اور آخرت سنوارنے کے بے شمار مواقع موجود ہیں اور جہاں ان عظیم مقاصد کے حصول کی خاطر دنیا بھر سے لوگ بلا کسی روک ٹوک کے آتے رہتے ہیں۔ یہ اسلام کا ایک ایسا قلعہ ہے جس کا ایک دروازہ حقیقت کے متلاشیوں کو اپنی آغوش میں سمانے کے لئے ہر دم تیار رہتا ہے جبکہ دوسرا سیدھا جنت میں کھلتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ جب وہ کچھ عرصہ یہاں گزار لیں گے تو انسانی جانوں کی بے وقعتی اور انسانیت کی تذلیل کے نظارے دیکھ دیکھ کر وہ اپنی ساری دھما چوکڑی بھول جائیں گے، کائنات کی تسخیر اور بے زبان مخلوقات کی نسلیں بچانے کا بھوت خود بخود ان کے سروں سے اُتر جائے گا اور سب اپنے گناہ بخشوانے اور اپنی آخرت سنوارنے کے لئے اسی راستے پر چل پڑیں گے جو سیدھا جنت کو جاتا ہے۔ (ڈان نیوز ۲۸ اگست ۲۰۱۳ء)

ایسے اللہ والوں سے اللہ بچائے!!

محترمہ زیبا شہزاد صاحبہ اپنے ایک کالم ''ایسے اللہ والوں سے اللہ بچائے''، میں لکھتی ہیں:۔

''میرے اپنے علم میں کئی واقعات ہیں جن کا ذکر کرتے بھی شرم آتی ہے۔ یہ کالم لکھتے ہوئے مجھے انتہائی افسوس ہو رہا ہے۔ کہ میرے لکھے ہوئے کالموں میں یہ واحد کالم ہوگا جسے لکھتے ہوئے مجھے انتہائی شرمندگی ہو رہی ہے، کہ میں اپنے قاری کو کیا پڑھنے کو دے رہی ہوں، میں انھیں کیا بتا رہی ہوں، کہ میرے مذہب کا رکھوالا کس قدر نقب لگانے والا ہے۔ لیکن سچ سے منہ بھی نہیں موڑا جا سکتا۔ اور سچ بیان کرتے مجھے شدید دکھ ہو رہا ہے۔

شاید اس حقیقت سے کم ہی لوگ آشنا ہوں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ مولوی حضرات بچوں کو غیر محسوس طریقے سے چھوتے ہیں، ان سے بدفعلی کرتے ہیں۔ کبھی کوئی مولوی مدرسے میں پڑھنے والے بچے سے بدفعلی کرنے کے بعد اسے مسجد میں موجود کنویں میں ڈال دیتا ہے۔ تو کوئی مولوی بچے کو اپنا عادی بنا لیتا ہے۔ ایک ایسا واقعہ جس نے کچھ دیر کے لیے مجھے شاکڈ کر دیا تھا۔ میں نے جو بھی سنا، تو پھر کچھ دیر بولنے کی سکت بھی نہ رہی۔ وہ یہ تھا کہ مدرسے میں پڑھنے والے ایک طالب علم پر مولوی کا دل آ گیا۔ لڑکا مدرسے میں قرآن پاک حفظ کرنے کے لیے داخل ہوا۔ گھر دور ہونے کی بنا پہ اس کی سکونت مدرسے ہی میں تھی۔ وہ لڑکا قرآن کی تعلیم کے داخل کروایا گیا تھا، لیکن

بدبخت قاری نے اس کو کوئی اور ہی تعلیم دی۔ اس کا لڑکے پہ دل آ گیا۔ وہ اس کے ساتھ بدفعلی کرتا۔ لڑکا بھی اس کا عادی ہو گیا وہ دونوں ایک دوسرے کا دل بہلاتے۔ شروع میں یہ بات کسی کو پتہ نہیں چلی۔ لیکن جب کافی وقت گزر گیا، لڑکا عمر کی منزلیں طے کرتا جا رہا تھا، لیکن اس کی تعلیم ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی، لڑکا گھر آنے سے کتراتا، گھر آتا بھی تو اسے واپسی کے لیے بے چینی ہوتی، تو گھر والوں کو فکر لاحق ہوئی۔

انھوں نے لڑکے کو مدرسے سے واپس لانا چاہا لیکن قاری اسے بھیجنے پر راضی نہ ہوا، اور لڑکے نے بھی گھر آنے سے صاف انکار کر دیا۔ تب رفتہ رفتہ بات کھلی۔ بات مدرسے کی انتظامیہ سے ہوتے، محلے، پھر پولیس اور پھر عدالت تک گئی۔ لیکن لڑکے نے عدالت میں قاری کے حق میں اپنا بیان دے دیا۔ کہ اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو رہی، یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں، وہ قاری کے پاس اپنی مرضی سے رہتا ہے۔ اس دوران لڑکا بالغ ہو چکا تھا۔ تو پھر اس کے بیان کے بعد اس کے ماں باپ بھی کچھ نہیں کر سکے۔ اب وہ قاری کسی دوسرے گاؤں میں رہتا ہے۔ قاری اب بھی کسی مدرسے ہی سے منسلک ہے اور وہ لڑکا اسی کے ساتھ رہتا ہے۔

مفتی کی ویڈیو والی خبر سنی تو مجھے پھر سے وہی لڑکا اور قاری یاد آ گئے۔ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں، نہ یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ مفتی کو یہ سب کرتے شرم نہیں آئی؟ جی نہیں اگر اسے شرم آتی ہوتی تو وہ یہ سب کرتا کیوں۔ یہ درندہ صفت لوگ ہر جگہ بھیس بدل کر موجود ہوتے ہیں۔ اور خدا کے لیے اس کے لیے شیطان کو موردِ الزام مت ٹھہرایئے گا۔ اس سارے قصے میں شیطان ہرگز شامل نہیں ہے۔ مجھے صابر نامی لڑکے پہ رشک آ رہا ہے جس نے مفتی کی حقیقت سامنے لانے کی جرات کی۔ جس نے بلیک میل ہونے کی بجائے مفتی کو ایکسپوز کیا۔ گو کہ کافی دیر کر دی، اگر یہ طالب علم اب بھی اپنے اندر یہ جرات پیدا نہ کرتا تو کہ کل کوئی اور صابر ہوتا اور یہی مفتی۔ خدا جانے ایسے کتنے صابر روز مولویوں کے ہتھے چڑھتے ہیں، کچھ بدفعلی کے بعد مر جاتے ہیں یا مار دیے جاتے ہیں۔ لیکن مولوی پر کوئی شک نہیں کرتا۔ مفتی کی ویڈیو سامنے آنے پر کافی لے دے ہو رہی ہے۔ لیکن کیا یہ پہلی بار ہوا ہے؟ جی نہیں اکثر ایسے درندہ صفت لوگ مذہب کا لبادے میں چھپے ہوتے ہیں، یہ گھات لگائے ہوتے ہیں، اور وار بھی کرتے ہیں۔ اور زیادہ تر ان کا شکار معصوم بچے ہوتے ہیں۔ لیکن مولوی مذہب سے جڑا ہے اس لیے لوگ اس پر اندھا اعتبار کرتے ہیں، اور کسی کو یہ سوچ بھی نہیں آتی کہ مولوی بدفعلی کرے گا۔ اسی لیے کوئی اس پہ نظر نہیں رکھتا اور یہی ہماری غلطی ہے کہ ہم جسے سر پہ بٹھا لیں اس کو پھر سر سے اتارتے نہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جب کوئی عام انسان ایسا گناہ کرتا ہے تو مذہب کے ٹھیکیدار اس پہ چڑھ دوڑتے ہیں کہ بچنے نہ پائے۔ تب یہ لوگ خود خدا بن جاتے ہیں اور ان مذہبی ٹھیکیداروں کے پاس گناہ کرنے والے کے لیے کوئی معافی نہیں ہوتی۔ لیکن جب ان مذہبی ٹھیکیداروں کے ہم منصب ایسا جرم کرتے ہیں تب یہ چپ سادھ لیتے ہیں۔ اور پھر انھیں سزا دینے کوئی مذہبی شدت پسند نہیں اٹھتا۔ اس وقت وہ مذہبی شدت پسند ٹولہ کہاں غائب ہوتا ہے جب مدرسے میں بیٹھنے والے مذہب کے نام پر 'مذہب' سے بدفعلی کرتے ہیں۔ قرآن کی حرمت یاد رکھتے ہیں نہ مذہب کا احترام۔ خدا یاد رہتا ہے، نہ رسول کے حکم پہ لبیک کہنا۔ جب مذہب کارڈ استعمال کرنے والے بے حیائی کریں تو پھر بدمعاش اچھے لگتے ہیں۔ وہ جو ہوتے ہیں اس کو چھپاتے نہیں۔ برا کرتے ہیں تو ڈنکے کی چوٹ پہ کرتے ہیں۔ کم از کم ٹوپی اور تسبیح کی آڑ نہیں لیتے۔ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر منہ کو حرام لگاتے ہیں اور نہ تسبیح کا سہارا لیتے ہیں۔ کچھ لوگ خود کو یوں ظاہر کرتے ہیں کہ ان سے زیادہ برگزیدہ کوئی نہیں۔ اور خدا جانتا ہے جو جتنا دکھاوا کرتا ہے وہ اتنا ہی۔ شرعی داڑھی، سر پہ ٹوپی، ہاتھ میں تسبیح، لوگوں کو دیکھ کر زور زور سے خدا کا ورد کرنے والوں کی آنکھوں میں چھپی خباثت کوئی نہیں دیکھتا، اس لیے کہ لوگ ان کی آنکھوں میں دیکھنا بے ادبی سمجھتے ہیں۔ لیکن ایسے اللہ والوں سے اللہ بچائے۔ جن صاحبان کے پاس آپ اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے بھیجیں خدارا ان پر چیک اینڈ بیلنس رکھیں، ان پر اندھا اعتماد مت کریں۔ اگر کوئی شک ہوتا ہے یا پھر کوئی بچی یا بچہ ایسی شکایت کرے تو مولوی کو ہی قابل اعتبار نہ سمجھیں، ممکن ہے دوسرا بھی جھوٹا نہ ہو۔ جس دن لوگوں نے اپنی آنکھیں کھول لیں اس دن ایسی کسی ویڈیو بنانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ بہت سارے صابر خود ہی نظر آ جائیں گے۔ کہ صابر بھی بہت ہیں اور ایسے مولوی صاحبان کی بھی کمی نہیں۔ ان کو روکنے کے لیے کوئی معقول اقدام نہیں کیے گئے، تو پھر یہ بڑھتے جائیں گے۔

مِٹّی سے عشق!!(افسانہ)

(افسانہ نگار: نعیم یاد۔ جوہر آباد۔ پاکستان)

آنگن میں لگے گلاب پہ پہلا پھول کِھلا تو ایسے محسوس ہوا جیسے ماضی کے سارے پردے سرک گئے ہوں۔ وقت کتنا جلدی بیت جاتا ہے اور گزرے لوگ ایک گمان بن کر رہ جاتے ہیں۔ زندگی بھی شاید گلاب کی مانند ہے جسے دُکھوں اور غموں کے کانٹے ایسے چھلنی کر دیتے ہیں کہ زندگی کا پھول ٹہنی پہ مرجھا سا جاتا ہے۔

اُس نے میری کہانیاں شہر کے ایک بڑے رسالے میں پڑھی تھیں تب ایک دن اس کا خط مجھے ملا جس میں اُس نے لکھا تھا کہ وہ میری کہانیوں کے کرداروں اور ماحول سے بہت متاثر ہوئی ہے۔ زندگی میں ایک بار وہ گاؤں آ کر وہ سارے کرداروں اور مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہے جنھیں میں نے اپنی کہانیوں کا حصہ بنایا تھا۔

میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہونی تھی۔ میں نے جوابی خط میں شکریہ ادا کر کے اُسے بھرپور طریقے سے گاؤں آنے کی دعوت دی۔ اس نے اگلے خط میں بتایا کہ اس نے حال ہی میں میڈیکل کا امتحان پاس کیا ہے اور اب شہر کے ایک ہسپتال میں پریکٹس کر رہی ہے بہت جلد چھٹی لے کر آئے گی۔

میں ہر روز اس کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ ایک عجیب سا احساس ہونے لگا۔ نئے جذبے آنکھیں کھولنے لگے۔ شام ہوتی تو گاؤں کے ڈیروں اور بہکوں سے الغوزوں اور بانسریوں کی آوازیں مست کر دیتیں۔ ہر آواز میں اس کے آنے کے سندیسے ملتے۔ چیتر کی رُت میں جیسے پھولوں میں نئی روح پھوٹتی ایسے ہی چیتر کی رُت میں گاؤں کے قریبی اسٹیشن پہ گاڑی نے وسل دی، ''چیتر چن آیا او ولے بدلاں سے''۔ گلاب جیسا کِھلتا چہرہ چھوٹا سا بیگ تھامے سامنے آیا اور مسکراتے ہوئے اس کے لب ہلے:

بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔۔۔

مجھے بھی۔۔۔آپ ریل گاڑی پہ کیوں آئیں؟

اچھا سوال ہے۔ اصل میں گھر میں گاڑی کھڑی تھی پر میں نے سوچا جب گاؤں ہی دیکھنا ہے تو ریل گاڑی کے ذریعے کیوں نہ جاؤں۔ جانتے ہیں آپ ریل گاڑی میں سفر کرنے کا اپنا ہی مزہ ہے راستے کے درخت، کھیت اور منظر جب پیچھے کو بھاگ رہے ہوتے ہیں تو ایک عجیب سی کشش ہوتی ہے۔ پر آپ تو خود قلم کار ہیں میرے سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

جی جی۔۔چلیں گھر چلتے ہیں۔

جب سے وہ گاؤں آئی تھی ہر چیز نکھری نکھری سی لگنے لگی۔ ماں جی اور آپا اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھیں۔ آپا نے گاؤں کی کئی لڑکیوں کو بلا لیا تھا جو اس کے لیے کئی طرح کے پکوان بنانے میں مصروف تھیں۔ شہر میں رہ کر بھی کوئی گاؤں کے ماحول کو اتنا پسند کر سکتا ہے۔ میں کن اکھیوں سے اُسے دیکھتا چند لمحوں میں وہ لڑکیوں میں خوب گھل مل گئی تھی۔ کھانا کھایا تو آپا اسے اپنے ساتھ اُسے گاؤں دکھانے کے لیے لے جانے لگی میں بھی دھیما سا چلتا ان کے پیچھے ہولیا۔

وہ کھیتوں کے ساتھ لگے بنیروں پہ عجیب سی خوشی کے ساتھ جا رہی تھی۔ وہ گندم کے خوشوں کو توڑتی اور خوشی سے اوپر اچھالتی۔ میں اسے خوش دیکھ کر اُس کے قریب گیا وہ خوشی سے چہکتے ہوئے بولی:

Realy, You are living in paradise.

اتنی خوبصورتی شہروں میں کہاں دیکھنے کو ملتی ہے۔

پر وہاں بھی تو خوبصورت مقامات ہیں۔ میں نے اُسے جواب دیا۔

ہاں پر وہاں سب کچھ مصنوعی ہے حتیٰ کہ انسان کے چہرے پہ نظر آنے والی خوشی بھی۔ جانتے ہیں آپ، مجھے یہاں آ کر کسی کے چہرے پہ مصنوعی خوشی نظر نہیں آئی۔

ہاں جی یہ تو ہے شاید اس لیے کہ شاید یہاں سب کچھ قدرتی ہے۔

ویسے ایک بات پوچھوں ڈاکٹر صاحبہ! آپا اس کی بات سن کر مخاطب ہوئیں۔

ڈاکٹر صاحبہ! وہ چونکی۔۔۔آپا مجھے ڈاکٹر صاحبہ تو نہ کہیں اب۔۔۔

اوہ اچھا پر رب نے آپ کو ڈاکٹر جو بنایا ہے۔

اُسے چھوڑیں۔۔۔وہ آپا کی گردن میں پیار سے بانہیں ڈالے کہنے لگی۔ آپ پوچھیں کیا پوچھنا چاہتی ہیں؟

شہر میں رہ کر گاؤں سے اتنی محبت۔۔۔

ہاں آپا آپ نے ٹھیک کہا۔اکتاہٹ سی ہوگئی تھی اس ماحول سے۔مصنوعی چیزوں سے کب تک دل لگا سکتا ہے بندہ۔ایک دن اچانک میگزین میں آپ کے بھائی کی کہانی پڑھی تو چونک گئی دیہات کے ماحول کی کیا خوب عکاسی کی گئی تھی اور میں نے ان کا پتہ نوٹ کر لیا۔میں باقاعدگی سے وہ میگزین لیتی اور ان کی کہانیاں پڑھتی۔مجھے پتہ تھا کہ یہ سب فرضی ہیں پر ماحول اور کردار انسان اپنے اردگرد سے ہی لیتا ہے بس اسی ماحول اور کردار کو دیکھنے یہاں آ گئی۔

بہت اچھا کیا آپ نے۔آئیں آپ کو پھر ایک گاؤں کی زبردست سی چیز کھلائیں۔

وہ خوشی سے پھولے نہ سمائی۔ہم نہر کے کنارے چلتے ڈیرے پہ پہنچے جہاں گاؤں کے ایک بزرگ اپنے لڑکوں کے ساتھ گڑ بنا رہے تھے۔ہمیں دیکھتے ہی وہ کھڑے ہوگئے اور پیار سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے:

بیٹھو بچو۔ہم گڑ بنا رہے ہیں کھاؤ گے۔گرما گرم؟

ہاں ضرور بابا جی۔۔۔گڑ کھانے تو ہم یہاں آئے ہیں۔میں نے جواب دیا تو بابا جی ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔

کیا دیکھ رہے ہو بابا جی؟ میں نے بابے سے پوچھا

پتر دیکھ رہا ہوں تم لوگ بیٹھو گے کدھر؟

او بابا کمال کرتے ہو ہم ادھر نیچے ہی بیٹھیں گے۔

ادھر۔۔۔

جی ادھر میں نے خوشی سے بیٹھتے ہوئے کہا تو مجھے دیکھ کر وہ بھی آپا کے ساتھ بیٹھ گئی۔

بابا کڑاہ پر گیا جہاں گڑ بن رہا تھا۔کچھ دور بیلنا چل رہا تھا جہاں ایک نوجوان بیلنے میں گنے کا رس نکال رہا تھا۔دوسرا بندہ بھر جانے والے برتن کی جگہ خالی برتن رکھ دیتا اور بھرا ہوا برتن اٹھا کر لے جاتا اور چولھے پر چڑھے ہوئے کڑاہ میں ڈال دیتا۔بابا پور کے گرم گرم گڑ کی بڑی بڑی بھلیاں بنانے لگا۔یہ سب دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی اور وہ خوشی سے چلائی:

Its realy a big experience of Life.

جب بابا گرم گرم گڑ لایا تو اس نے چکھتے ہوئے بے حد تعریف کی۔وہاں تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد ہم گھر آ گئے۔شام کے کھانے سے پہلے پڑوسیوں کے گھروں سے اس کے لیے کئی طرح کے پکوان آ گئے جو آپا کی سہیلیوں نے اس کے لیے بنا کر بھیجے تھے۔کافی دیر تک وہ ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی رہی۔ایک لمحے کو بھی محسوس نہیں ہوتا تھا کہ وہ شہر کی پڑھی لکھی ڈاکٹر ہے۔کتنی جلدی وہ ان سب کے ساتھ گھل مل گئی۔لڑکیاں اسے روایتی گیت سنانے لگیں تو مجھے کچھ یاد آ گیا میں جلدی سے چودھری حنیف کے ڈیرے پہ گیا اور مرادے کو پکڑ کر لے آیا۔گھر پہنچا تو میں نے مرادے کو بیٹھک میں بٹھا کر اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔''یہ مراد ہے ہمارے گاؤں کا ہیرو۔آپ گانے سن رہی تھیں تو سوچا آپ کو ادھر کے ایک فنکار سے ملوا دوں۔''

اوہ۔ڈیٹس نائس۔بہت اچھا کیا۔کیا گاتے ہیں یہ۔

وہ تو آپ کو سن کر پتا چلے گا۔مرادے چل ذرا سنا دے پھر۔

مرادے نے کان پہ ہاتھ رکھا اور پھر بڑے دُکھی انداز میں گانے لگا:

ہیر آکھدی جوگیا جھوٹھ آکھیں کون رُٹھڑے یار ملاوندا ای
ایہا کوئی نہ ملیا میں ڈھونڈ تھکی جیہڑا گیاں نوں موڑ لیاوندا ای

یہ مرادے کی آواز کا کمال تھا یا بابے وارث شاہؒ کے کلام کا۔۔۔میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔جنھیں پونچھتے ہوئے وہ کہنے لگی''یہ وارث شاہؒ کا کلام ہے نا؟

جی۔جی لگتا ہے سنا ہوا ہے آپ نے؟

ہاں ایک بار سنا تھا پر اتنے درد کے ساتھ پہلی بار سنا ہے۔

درد تو اندر ہوتا ہے بس باہر نکلنے کے لیے کبھی لفظوں کا روپ دھار لیتا ہے، کبھی راگ کا۔

رات کو جب میں چھت میں اکیلا کھڑا تھا تب وہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی:

''آپ واقعی خوش قسمت ہیں۔اتنے اچھے لوگوں میں رہتے ہیں۔''

ہاں پر ہر جگہ ہی اچھے لوگ ہوتے ہیں شہر میں بھی تو آپ جیسے لوگ ہوتے ہیں نا۔

مجھے لگتا ہے اس بار آپ ایک کہانی میرے اوپر بھی ضرور لکھیے گا۔شہر کی پڑھی لکھی ڈاکٹر گاؤں کے عشق میں مبتلا۔۔۔وہ ہنسنے لگی۔اس کی ہنسی کتنی اچھی تھی۔

اگلے دن وہ نہ جانے کہاں سے آپا کے ساتھ گلاب کا پودا لائی تھی جو اس نے ہمارے گھر کے صحن میں لگا دیا۔ماں جی نے اسے دعائیں دی تو وہ کہنے لگی ''ماں جی۔جب بھی گلاب کے پھول کھلیں گے نا تو اس کی خوشبو مجھے شہر تک آئے گی۔''

تم خود بھی تو کسی پھول سے کم نہیں۔ماں جی اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

شام کو وہ واپس جانے لگی تو اس کی آنکھیں نم تھیں۔ہمارے گھر کے اندر میلہ سا لگ گیا۔سب اس کو الوداع کہنے آئے تھے اور اس کے لیے تحفے لائے تھے جن میں کروشیے کی کڑھائی کی چیزیں،کپڑے،بھنے ہوئے چاول،چنے اور سلائیوں سے بنے ہوئے سویٹر وغیرہ۔آپا کی سہیلی اس کے لیے پیارا سا بھیڑ کا بچہ لائی جسے دیکھ کر وہ بے اختیار ہنس پڑی:

Oh God! میں یہ سب کیسے لے جاؤں گی؟

بیٹی لے جانا تو پڑے گا۔ماں جی بولیں۔

نہیں میرے لیے آپ کی دعائیں ہی کافی ہیں۔

ربّ تجھے کامیاب کرے بیٹا۔پھر ضرور آنا۔

ربّ نے چاہا تو ضرور آنی۔

میں اسے چھوڑنے اسٹیشن تک گیا۔گاڑی آنے والی تھا۔کیسا عجیب لمحہ تھا۔اذیت سے بھرپور۔۔۔

آپ کے گاؤں میں گزرے یہ دو دن میری زندگی کے آنے والے ہر ایک لمحے کو تروتازہ رکھیں گے۔بہت خوشی ہوئی میرے پاس الفاظ نہیں۔اور ہاں میرے پودے کی نگہبانی کرتے رہیے گا۔مزید اچھی کہانیوں کا انتظار رہے گا۔۔۔۔جانے کیا کچھ وہ کہہ گئی۔اور میرے پاس اس کو کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔۔۔۔ ۔۔

یہ اُس کے جانے کے ہفتے بعد کی بات ہوگی جب اُس کا خط آیا تھا جس میں اُس نے لکھا تھا:

اُمید ہے سب گاؤں والے خیریت سے ہوں گے۔زندگی نے اتنا کچھ دیا کہ سوچ بھی نہیں سکتی۔مگر کبھی زندگی دیتے دیتے کچھ لے بھی جاتی ہے۔میں میڈیکل کے آخری سال میں تھی جب گلے میں انفیکشن ہوا۔جب ٹیسٹ کروائے تو پتا چلا یہ انفیکشن معمولی نہیں تھا بلکہ وہ لاعلاج مرض تھی جسے لوگ کینسر کہتے ہیں۔میں نے ہمت نہیں ہاری۔اپنی تعلیم مکمل کی ڈاکٹر بن گئی۔زندگی سے پیار کیا ہے قدرت کے فیصلوں کے آگے کس کا بس چلتا ہے۔جو محبت آپ کے گاؤں سے پائی وہ کبھی بھول نہیں سکوں گی۔شہر آتے ہی تکلیف بڑھ گئی ہے شاید کبھی گاؤں نہ دیکھ سکوں۔کبھی وقت ملے تو شہر چکر لگائیے گا۔میرے پودے کا خیال رکھیے گا۔اور سب کو پیار بھرا سلام۔۔۔۔۔

خط کا ایک ایک لفظ میرے دل کو تار تار کر رہا تھا۔ساری رات سو نہ سکا۔خط کا جواب دینے کی بجائے میں خود اس کو دیکھنے جانا چاہتا تھا۔دو دن اسی شش و پنج میں گزر گئے تیسرے دن جب میں شہر پہنچا تب پتہ چلا رات وہ دنیا کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی تھی۔میرا بس نہیں چل رہا تھا۔بڑی مشکل سے گاؤں واپس آیا کسی کو کیا بتاتا۔اور آج ایک ماہ بعد جب گلاب کے پودے پہ پہلا پھول کھلا تو مجھے اس کے الفاظ یاد آنے لگے ''جب بھی گلاب کے پھول کھلیں گے نا تو اس کی خوشبو مجھے شہر تک آئے گی۔''

میں نم آنکھوں کے ساتھ اُٹھا،ڈائری کھولی اور کہانی مکمل کی ''مٹی سے عشق''۔کاغذ کو تہہ کیا اور گلاب کا پھول توڑ کر اس کے اندر رکھ کر شہر جانے کی تیاری کرنے لگا۔کہانی کے ساتھ پہلے پھول کو اُس کے اصلی کردار تک پہنچانے کے لیے۔۔۔

☆☆☆

''منافقت''

کسی مشاعرے میں ایک نو مشق شاعر اپنا غیر موزوں کلام پڑھ رہے تھے۔اکثر شعراء آدابِ محفل کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاموش تھے لیکن جوش ملیح آبادی پورے جوش و خروش سے ایک ایک مصرعے پر داد و تحسین کی بارش کیے جا رہے تھے۔گوپی ناتھ امن نے ٹوکتے ہوئے پوچھا: قبلہ، یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ جوش ملیح آبادی نے بہت سنجیدگی سے جواب دیا:

''منافقت'' اور پھر داد دینے میں مصروف ہو گئے۔

شعروشاعری

''الہام جو رات کی ہوا دے''

عبیداللہ علیم

جو اس نے کیا اسے صلہ دے
مولا مجھے صبر کی جزا دے
یا میرے دیئے کی لو بڑھا دے
یا رات کو صبح سے ملا دے
سچ ہوں تو مجھے امر بنا دے
جھوٹا ہوں تو نقش سب مٹا دے
یہ قوم عجیب ہو گئی ہے
اس قوم کو خوئے انبیا دے
اترے گا نہ کوئی آسماں سے
اک آس میں دل مگر صدا دے
بچوں کی طرح یہ لفظ میرے
معبود انہیں بولنا سکھا دے
دکھ دہر کے اپنے نام لکھوں
ہر دکھ مجھے ذات کا مزا دے
اک میرا وجود سن رہا ہے
الہام جو رات کی ہوا دے
مجھ سے مرا کوئی ملنے والا
بچھڑا تو نہیں مگر ملا دے
چہرہ مجھے اپنا دیکھنے کو
اب دست ہوس میں آئینہ دے
جس شخص نے عمر ہجر کاٹی
اس شخص کو ایک رات کیا دے
دکھتا ہے بدن کہ پھر ملے وہ
مل جائے تو روح کو دکھا دے
کیا چیز ہے خواہش بدن بھی
ہر بار نیا ہی ذائقہ دے
چھونے میں یہ ڈر کہ مر نہ جاؤں
چھو لوں تو وہ زندگی سوا دے

''کوئی تو آئے رہبری کے لئے''

بشارت سکھی صاحبہ

دل جلایا ہے روشنی کے لئے
شب کی بے چین تیرگی کے لئے
کچھ دیے ہم نے ہیں جلا رکھے
اے ہوا تیری دشمنی کے لئے
کتنے آنسو خراج کر ڈالے
تیرے ہونٹوں کی اک ہنسی کے لئے
زہر جیون میں گھول دیتے ہیں
لوگ بس اپنی اک خوشی کے لئے
سر نہیں دل جھکا دیا ہم نے
جان جاں تیری بندگی کے لئے
آج شرمندہ ہوں جو سوچتی ہوں
کیا کیا میں نے زندگی کے لئے
آؤ چاہت کی آبیاری کریں
اپنے بچوں کی زندگی کے لئے
قافلے راستوں سے بھٹکے ہیں
کوئی تو آئے رہبری کے لئے
خود فراموشی کا سرور عجب
قیمتی ہے یہی سکھی کے لئے

”بہت مختصر زندگی ہے ہماری“

نیلم رباؔب صاحبہ

نہیں جانتی بے کلی ہے ہماری
بہت مختصر زندگی ہے ہماری
اس زندگی میں بہت کچھ ہے کرنا
ضرورت کی یہ دوستی ہے ہماری
جو سمجھے کوئی نا الجبرا کی نسبت
ریاضی میں وہ آگہی ہے ہماری
سیاہی قلم میں اب بالکل نہیں ہے
مگر پھر بھی تو ساحری ہے ہماری
جو دلکش سی آواز رس گھولتی ہے
وہ دھن اپنی بس بانسری ہے ہماری
بہت اچھی لگتی ہیچو سب کو ہم میں
وہ آئی ہے دیکھو ہنسی ہے ہماری
پروتی ہے نیلم جو لفظوں کے موتی
اسی سے بنی شاعری ہے ہماری

”خاک ہو کر زندگانی جائے گی“

دلؔ شاہجہاں پوری

کوچہ گردی میں جوانی جائے گی
خاک ہو کر زندگانی جائے گی
مٹ نہیں سکتا ہمارے دل کا داغ
قبر میں بھی یہ نشانی جائے گی
سچ ہے میری بات کا کیا اعتبار
سچ کہوں گا جھوٹ جانی جائے گی
حضرت دلؔ جب بڑھاپا آئے گا
خیر مقدم کو جوانی جائے گی

”میں پتھر بن نہ جاؤں دیکھنا تھا“

بشریٰ حفیظ صاحبہ

پلٹ کر پیچھے مشکل دیکھنا تھا
میں پتھر بن نہ جاؤں دیکھنا تھا
نکل کر رات کے آسیب سے پھر
ہنگامہ سحر کو دیکھنا تھا
بس اب بے کار ہیں ان کی صدائیں
نیا رستہ مجھے اب دیکھنا تھا
شفق کے رنگ میں رنگیں تھا چہرہ
اگر یہ خواب ہے تو دیکھنا تھا
سمندر تھا جنوں موج در موج
وہاں سے پھر کنارہ دیکھنا تھا
وہ کہتے ہیں ستاروں کے چلن میں
مقدر بشریٰؔ ان کو دیکھنا تھا

”شہ گل نے کیا جب بندوبست گلشن آرائی“

مرزا اسدؔاللہ خاں غالب

نگاہ ناز نے جب عرض تکلیف شرارت کی
دیا ابرو کو چھیڑ اور اس نے فتنے کو اشارت کی
روانی موج مے کی گر خط جام آشنا ہووے
لکھے کیفیت اس سطر تبسم کی عبارت کی
شہ گل نے کیا جب بندوبست گلشن آرائی
عصائے سبز دے نرگس کو دی خدمت نظارت کی
نہیں ریزش عرق کی اب اسے ذوبان اعضا ہے
تب خجلت نے یہ نبض رگ گل میں حرارت کی
زبس نکلا غبار دل بوقت گریہ آنکھوں سے
اسدؔ کھائے ہوئے سرمے نے آنکھوں میں بصارت کی

”بھلا ہی کیجیے کبھی بُرا نہ کیجیے“

رانا محمد حسنؔ خاں

وفا تو کیجیے مگر دَغا نہ کیجیے
جفاءِ یار سہہ کے بھی جفا نہ کیجیے
بھلا ہی کیجیے کبھی بُرا نہ کیجیے
بُرا کہے اگر کوئی گلہ نہ کیجیے
سدا رہو تم آشنا حدیثِ صدق سے
دروغ گو کو تم تو سنا نہ کیجیے
نصیبِ قلبِ پاک ہے نزولِ ذاتِ پاک
کدورتوں سے تم اُسے خفا نہ کیجیے
دجَل کا دَور ہے ذرا قدم سنبھال کر
ہر اِک پہ راز کو یہاں عیاں نہ کیجیے
جنونِ خود پسندی ہے تباہ کُن بہت
بلند اتنی تم کبھی انا نہ کیجیے
چراغ ٹمٹما رہے ہیں کذب کے سبھی
نورِ صدق خود سے تم جدا نہ کیجیے
دعا حسنؔ کی ہے رہو سدا ہی صلح جُو
کسی کا جینا تم کبھی سزا نہ کیجیے

”آسودگی کے بعد بھی آسودگی نہیں“

شیخ ابوسعیدؔ شاہ احسان اللہ

وہ زندگی خدا کی قسم زندگی نہیں
جو لذت آشنائے غمِ عاشقی نہیں
آسانیِ حیات کی دشواریاں نہ پوچھ
آسودگی کے بعد بھی آسودگی نہیں
تفریح و سیر ، اہلِ بصیرت کے واسطے
سامان موت ہے ، سبقِ زندگی نہیں
درویش خدا مست کی ٹھوکر پہ ہے دنیا
گو تاج نہیں ، تخت نہیں ، سروری نہیں
سب کچھ تو مدرسہ میں ہے لیکن خدا قسم
جذبِ اویسؔی و کششِ ادہمؔی نہیں
طاعت سے کچھ گریز نہیں ہے مگر جناب
پابند رسم و راہ مری بندگی نہیں
بے شک ابوسعیدؔ کو میں جانتا ہوں خوب
گر متقی نہیں تو گنہگار بھی نہیں

”زندگی“

طاہرہ زرتشت نازؔ صاحبہ

مٹی میں پنپتی ہے پھل پھول بھی لاتی ہے
آغوش میں ممتا کے کیا خوب یہ پلتی ہے
کبھی درد میں لپٹی ہے ہر لمحہ سسکتی ہے
افلاس کی شدت سے روتی ہے بلکتی ہے
ہانڈی میں دلاسے کے خالی ہی ابلتی ہے
صحرا کی طرح پیاسی قطرے کو ترستی ہے
معصوم سی کلیوں کوگلیوں میں مسلتی ہے
کبھی پیارکی بوندوں سے پھولوں کی طرح مہکے
ہر روز نیا چہرہ یک لخت بدلتی ہے
ہر رنگ نیا اس کا ہر روپ جدا اس کا
ہر رنگ میں دیکھیں تو کچھ ہم کو سکھاتی ہے
یہ ہم کو بتاتی ہے اس زندگی کی ہر شئے
بس ایک کہانی ہے سب کچھ یہاں فانی ہے
ذات ایک ہے بس جو کے قائم اور دائم بھی ہے

آؤ محبت کے پھر چراغ جلائیں
ہم سبھی پت جھڑ میں بھی بہار منائیں
غم زدہ اب آؤ جشن زیست منائیں
کا ہے کو ماضی کے قِصّوں کو ہی گائیں

رانا محمد حسن

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on **020 3674 7909**

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL **07792998973**

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00
Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973
Email: info@rhacs.co.uk

GB CONSTRUCTION GENERAL BUILDERS LTD

Building ServiceS
- Building Renovations
- Brick Work
- Block Work
- Concrete Work
- Drainage
- Plastering
- Foundations & Bases

Home Improvements
- Fitted Bathrooms
- Fitted Kitchens
- Extensions
- Garage Conversions
- Loft Conversions
- Windows

Landscaping
- Driveways
- Block Paving
- Patio Areas
- Garden Walls
- Fencing
- Services

Electrical Services
- Installations
- Consumer Units
- Fuse boxes
- Re-Wiring

Offering Building Services throughout London

Email: info@rhac.co.uk - Tel: 020 36747909, 07792998973

پیشوا ہومیو کلینک

ادارہ پیشوا کی زیر نگرانی کام کرنے والا پیشوا ہومیو کلینک اپنے قارئین کی صحت کے متعلق مسائل کے حل کے لئے مقررہ اوقات میں مفت مشورہ کی سہولت پیش کر رہا ہے۔ آج ہی فون کر کے مفت مشورہ حاصل کریں یا براہ راست جواب کے لئے ای میل کریں۔ اگر قارئین پیشوا ملاقات کے متمنی ہوں تو وقت طے کرنا ضروری ہے۔ (تمام ہومیو ادویات تمام [illegible] موجود ہے)

اوقات کلینک

پیر تا جمعرات 13.00 PM تا 17.30 PM ـــ بروز جمعہ 15.30 PM تا 17.30 PM

2. London road , Morden Surrey , SM4 5BQ , U.K

Telephone Number Tel.020.36747909

peshwaltd@gmail.com....www.peshwa.co.uk